جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

اکتوبر
2004ء

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ
لاہور

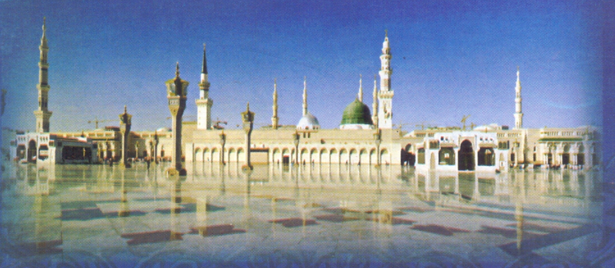

اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ

نفیس

بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید

ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۲ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ اکتوبر ۲۰۰۴ء شمارہ : ۱۰

مدیر اعلیٰ
سیّد محمود میاں
مہتمم جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے	بدلِ اشتراک
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور	پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے............سالانہ ۱۵۰ روپے
فون نمبرات	سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی....سالانہ ۵۰ ریال
جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311	بھارت، بنگلہ دیش............سالانہ ۶ امریکی ڈالر
خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310	امریکہ، افریقہ............سالانہ ۱۶ ڈالر
فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662	برطانیہ............سالانہ ۲۰ ڈالر
رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702	جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس
موبائل : 092- 333 - 4249301	E-mail: jmj786_56@hotmail.com

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
چہل احادیث متعلقہ رمضان وصیام	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ	۱۱
زکوٰۃ.........احکام اور مسائل	حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ	۱۹
حضرت حاجی سید محمد عابد صاحبؒ	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۲۹
ختمِ مشکوٰۃ شریف کی پُر وقار تقریب		۳۷
صندل بابا جی؟	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۵
دعاء کی افادیت واہمیت	حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحبؒ	۵۹
اخبار الجامعہ		۶۲
دینی مسائل		۶۳

❁❁❁

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

jmj786_56@hotmail.com

❁❁❁

O اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ.......................

سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ

............روپے ارسال فرمائیں۔

❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

گزشتہ ماہ ۱۰؍ستمبر کو ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی غرض سے راقم کا چناب نگر جانا ہوا، نماز جمعہ کے بعد آخری نشست تھی اس کی صدارت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرما رہے تھے۔اس نشست سے آخری خطاب حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم نے کیا۔مولانا نے اپنے خطاب میں ملک کی موجودہ تشویشناک صورت حال پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ایک اہم انکشاف جو مولانا نے اس موقع پر کیا وہ یہ تھا کہ ''امریکی اور یورپی ماہرین پر مشتمل ایک وفد جو آج کل سعودی عرب کے خفیہ دورہ پر ہے اور اس کا مقصدِ اصلی یہ ہے کہ کسی طرح سعودی بادشاہوں کو اس بات پر آمادہ کرلیا جائے کہ وہ قرآن پاک میں جہاد اور شہادت سے متعلق آیتوں اور سورتوں کو بالکل حذف کردیں اور قرآن پاک کے ایسے نسخے شائع کریں کہ اُن میں یہ آیتیں اور سورتیں نہ ہوں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔اور اپنی اس بات کو آگے بڑھانے کے لیے وہ انتہائی عیاری اور مکاری سے کام لیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ہم آپ کو اپنے نبی کی محبت سے نہیں روکتے آپ اُن سے جتنی چاہے محبت کریں ہمیں اِس پر کوئی اعتراض نہیں ہم تو بس یہ کہتے ہیں کہ آپ ان کی کتاب کو کیوں ہر جگہ ساتھ لیے پھرتے ہیں بھلا اِس کتاب کا اُن کی محبت سے کیا تعلق ہے''۔پھر اپنی بات کی تائید میں اس وفد کے ارکان یوں کہتے ہیں کہ دیکھیں ہمیں اور آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت ہے مگر ہم اُن کی کتاب کو ہر جگہ حوالہ نہیں بناتے، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے محبت ہے مگر ان کی کسی کتاب کو لیے نہیں پھرتے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت ہے مگر اُن کی کتاب کو بھی ہم سینے سے لگائے نہیں پھرتے، اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام اِن سب نبیوں سے ہم سب کو محبت ہے مگر ان کی کتابوں کو ایسے گلے سے لگائے نہیں پھرتے جیسے آپ مسلمان قرآن کو گلے لگائے رکھتے ہیں۔

اُن کی یہ پُر فریب گفتگو ایک دفعہ کو تو عام مسلمان کو کچھ سوچنے پر مجبور کرسکتی ہے اور وہ شیطان کے جال میں پھنس سکتا

ہے مگر خدا بھلا کرے ان علماء اُمت کا کہ جو ہر آڑے وقت میں اُمت کی راہنمائی کر کے کفر کی تاریکی سے ہدایت کے نور کی طرف لے آتے ہیں۔اس موقع پر بھی اگر ضرورت پیش آئی تو وہ نہ صرف اُمت کی راہنمائی کریں گے بلکہ اس کے لیے کسی قسم کی قربانی سے بھی دریغ نہ کریں گے۔ یہ اس اُمت کی خصوصی شان ہے کہ جیسے اور جتنی محبت اُس کو حضرت محمد ﷺ سے ہے ویسی ہی اور اتنی ہی قرآن پاک سے بھی ہے اور جتنی محبت قرآن پاک سے ہے اُتنی ہی محبت حدیث شریف سے بھی ہے، ان تینوں میں سے کسی ایک کی محبت کو بھی مسلمانوں کے دلوں سے نہیں نکالا جا سکتا ہے اور وجہ اِس کی ظاہر ہے اس لیے کہ جتنے بھی انبیاء علیہم السلام حضرت محمد ﷺ سے پہلے بھیجے گئے ہیں تو وہ ایک محدود مدت اور محدود خطہ اور محدود قوموں کے لیے بھیجے گئے یا حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری تک وہ باقی رہے اور آپ کی تشریف آوری کے بعد پچھلی سب شریعتیں ختم ہو گئیں اور آپ کی شریعت کو قیامت تک کے لیے آنے والے انسانوں کے لیے حتمی اور قطعی دین قرار دے دیا گیا اب اِس میں کسی قسم کی کمی اور زیادتی نہیں ہو سکتی۔ یہ بنی نوع انسان کے لیے کامل ضابطۂ حیات ہے یہ اُسوۂ حسنہ اور فلاحِ دارین ہے، اس لیے پچھلے انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا اور اُن سے محبت رکھنا جزوِ ایمان ہے جبکہ اُن کی کتب اور صحیفے بشرطیکہ اپنی اصل حالت پر ہوں ان میں تحریف نہ کی گئی ہو تو وہ قابلِ احترام تو ہیں مگر قابلِ تقلید نہیں ہیں، قابلِ تقلید بلکہ واجب تقلید صرف اور صرف قرآن پاک اور نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام کی احادیث ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان قرآن اور حدیث کو سینے سے لگا کر رکھتے ہیں اور جس طرح حضرت محمد ﷺ سے محبت کرتے ہیں اسی طرح اُن پر نازل ہونے والی کتاب اور اُن کی حدیث سے بھی کرتے ہیں۔

نبی علیہ السلام نے اپنی اُمت کو زور دے کر خبردار کیا ہے کہ ''میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اور جب تک تم اِن دونوں چیزوں کو تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اُس کے رسول کی سنت'' (مشکوٰۃ ص ۳۱ ج ۱)۔ ایک اور حدیث شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ ہم یہودیوں سے بہت عجیب حدیثیں سنتے ہیں تو جناب کی کیا رائے ہے کیا ہم اُن میں سے کچھ لکھ لیا کریں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم کو (اپنے دین کے معاملہ میں شک اور) تردد ہے جس طرح کہ یہود و نصاریٰ کو (اپنے دین کے معاملہ میں شک اور) تردد ہے حالانکہ میں تمہارے پاس ایسی ملت لایا ہوں جو کہ واضح ہے اور شک و شبہہ سے پاک ہے اور اگر بالفرض موسیٰ زندہ ہوتے تو اُن کے لیے میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا''۔ (مشکوٰۃ ص ۳۰ ج ۱)

اصل بات یہ ہے کہ کفار کی ہمیشہ سے یہ تمنا رہی ہے کہ مسلمان کسی نہ کسی طرح اپنے دین کو چھوڑ کر اُن کے دین میں شامل ہو جائیں اور اس کے لیے وہ بہت دلفریب حربے استعمال کرتے رہتے ہیں ان کی اس بدخصلت کا قرآن پاک میں ذکر کر کے مسلمانوں کو ہمیشہ اُن سے خبردار رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۸۹ ملاحظہ فرمائیں۔ وَدُّوْا

لَوْ تَکْفُرُوْنَ کَمَا کَفَرُوْا فَتَکُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰی يُهَاجِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا اس کا ترجمہ ہے کہ ”چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو پھر تم سب برابر ہو جاؤ سو تم اُن میں سے کسی کو دوست مت بناؤ یہاں تک کہ وہ ترکِ وطن (ہجرت) کر آئیں اللہ کی راہ میں پھر اگر وہ (کفار) اِس کو قبول نہ کریں تو اُن کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں پاؤ، اور نہ بناؤ اُن میں کسی کو دوست اور نہ مددگار“۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۹ ملاحظہ فرمائیں وَدَّ کَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ لَوْ يَرُدُّوْنَکُمْ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِکُمْ کُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی يَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ترجمہ: ”دل چاہتا ہے بہت سے اہلِ کتاب کا کہ کسی طرح تم کو پھیر کر مسلمان ہونے کے بعد کافر بنا دیں، اپنے دلی حسد کی وجہ سے بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ہے اُن پر حق، سو تم درگزر کرو اور خاطر میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے“۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۰ ملاحظہ فرمائیں: وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ترجمہ: ”اور ہر گز راضی نہ ہوں گے تجھ سے یہود اور نہ نصارٰی جب تک تو تابع نہ ہو اُن کے دین کا تو آپ کہہ دیں جو راہ اللہ بتلادے وہی راہ سیدھی ہے اور اگر بالفرض تو تابعداری کرے اُن کی خواہشوں کی بعد اِس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا اور نہ مددگار“۔ ان تمام آیتوں میں اللہ تعالیٰ بار بار ہدایت فرما رہے ہیں کہ اپنے دین کو پختگی سے پکڑے رکھو اور کفار کی باتوں میں مت آؤ کیونکہ یہ تمہارے پکے دشمن ہیں اور کبھی بھی تمہارے ہمدرد نہیں بن سکتے لٰہذا سعودی حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ اس وفد کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آئیں اور ہرگز اُن سے مرعوب نہ ہوں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ سورہ الحجر آیت نمبر ۹ ”ہم نے خود اُتاری ہے یہ نصیحت اور ہم خود اِس کے نگہبان ہیں“۔ ہمیں اللہ کے وعدہ کی حقانیت پر یقین کامل ہونا چاہیے نیز سعودی حکمرانوں کو خبردار رہنا چاہیے کہ اگر اِس موقع پر انہوں نے کسی بھی درجہ میں کمزوری دکھائی اور کفر کی ناپاک جسارت کے آگے بند نہ باندھا تو جو حشر اُن کا ہوگا وہی اِن کا بھی ہوگا اور اللہ کے قہر سے ان کو کوئی نہ بچا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ دینِ حق اور اہلِ حق کی مدد و نصرت فرما کر حق کا بول بالا فرمائے اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔ آمین۔

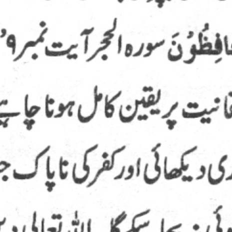

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درس حدیث

حضرت اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہ نامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری ومقبول فرمائے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ کی حضرت عبداللہؓ سے بلاحجاب گفتگو، حدیث سے ہندوؤں کے عقیدہ کا بطلان، حضرت جابرؓ کی ظاہری اور باطنی مدد، جنت میں رُوح جسم پر غالب ہوگی، قبر میں شہید کا جسم سالم رہا

تخریج وتزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۴۴ سائیڈ بی/ ۸۵-۳-۱۵

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوة والسلام علی خیر خلقه سیّدنا ومولانا محمد وآلہٖ واصحابه اجمعین امابعد !

وعن جابرقال لقینی رسول اللّٰہ ﷺ فقال یا جابر مالی اراک منکسرا قلت استشهدابی وترک عیالاً ودیناقال افلا ابشرک بمالقی اللّٰہ به اباک قلت بلٰی یا رسول اللّٰہ قال ما کلم اللّٰہ احداً قط الا من وراء حجاب واحی اباک فکلمه کفا حاً قال یا عبدی تمن علی اعطک قال یا رب تحیینی فاقتل فیک ثانیة قال الرب تبارک وتعالٰی انه قد سبق منی انهم لا یرجعون فنزلت ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاالأیة (رواہ الترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ ملے تو فرمایا یَاجَابِرُ مَا لِیْ اَرَاکَ مُنْکَسِرًا کیا بات ہے میں تمہیں دیکھ رہا ہوں جیسے شکستہ دل ہو۔ میں نے کہا اُسْتُشْهِدَ اَبِیْ وَتَرَکَ عَیَالًا وَدَیْنًا میرے والد صاحب شہید ہوگئے اور عیال اور قرض چھوڑ گئے، بچے ہیں اور قرض ہے۔

ظاہری اور باطنی مدد :

تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی دو طرح مدد فرمائی ایک تو باطنی اور ایک ظاہری۔ جو ظاہری ہے وہ تو معجزات میں آتی ہے کہ اِن کا سارا قرض اُن کی ایک سال کی پیداوار سے ادا ہو گیا اور ساری کی ساری پیداوار بچ بھی گئی، وہ تو الگ ہے جب موسم آیا ہوگا اُس وقت ہوا ہوگا۔

شہادت اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی :

یہاں یہ ہوا کہ آپ نے ارشاد فرمایا اَفَلَا اُبَشِّرُکَ بِمَا لَقِیَ اللّٰہُ بِہٖ اَبَاکَ میں تمہیں وہ خوشخبری سُناؤں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے والد سے کس طرح ملے۔ قُلْتُ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ضرور قَالَ مَا کَلَّمَ اللّٰہُ اَحَدًا قَطُّ اِلَّا مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ حق تعالیٰ نے ہم کلامی کا شرف جس کو بھی بخشا ہے تو وہ پس پردہ بخشا ہے کوئی چیز درمیان میں حائل ہو تو ہم کلامی ہوگی ویسے نہیں۔ قرآن پاک میں ہے مَاکَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ کسی انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ نہیں ہے کہ اُس سے ہمکلامی فرمائے سوائے اس کے کہ وحی ہو یعنی دل میں آ رہی ہو بات، دل میں آسکتی ہے دل ایک ایسی عظیم چیز ہے جو مقرّ رُوح ہے، رُوح کے رہنے کی جگہ ہے تو وہاں سے ہی حرارت پہنچتی ہے ہر جگہ سارے بدن کو، تو مقرِ رُوح وہی ہے البتہ رُوح سے ہم کلامی ہو سکتی ہے جنت میں رؤیت ہو سکتی ہے۔

جنت میں رُوح جسم پر غالب ہوگی :

کیونکہ روح غالب ہو جائے گی جسم پر، اب جسم غالب ہے تو یہاں سے وہاں تک بھی چل کر جانا پڑتا ہے پاؤں اُٹھا کر جانا پڑتا ہے لیکن رُوح اگر غالب ہو تو کہیں بھی چلا جائے بغیر کچھ کیے نہ ہاتھ کو حرکت دے نہ پاؤں کو حرکت دے ارادہ ہو اور چلا جائے پہنچ جائے گا تو وہاں یہ کیفیت ہونی ہے، جنت میں روح غالب ہوگی تو رؤیت ہو سکتی ہے۔ رُوح خود اتنی لطیف ہے کہ وہ برداشت کر سکتی ہے وہ ادراک کر سکتی ہے ایک طرح سے، ورنہ جسمانی طور پر مضبوط ترین چیزوں میں پہاڑ ہیں جن کے بارے میں قرآن پاک میں آتا ہے فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا جب اللہ تعالیٰ نے بلا حجاب تجلی فرمائی تو پہاڑ نہیں رہ سکا وہ ریزہ ریزہ ہو گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بیہوش ہو گئے ایک آواز جو پیدا ہوئی اُس سے وہ بیہوش ہو گئے۔ ارشاد ہو رہا ہے یہاں کہ دیکھو جس سے بھی اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے وہ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ فرمایا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے درخت کو حجاب بنالیا اللہ نے، اُس میں سے آواز سنائی دیتی تھی۔ ہاں تمہارے والد کو اللہ نے زندہ کیا دوبارہ زندگی عطا فرمائی وَاَحْیٰ اَبَاکَ وَکَلَّمَہٗ کِفَاحًا اللہ تعالیٰ نے ان سے عیاناً گفتگو فرمائی انھیں مشرف فرمایا گفتگو سے، یہ اُحد کے موقع پر شہید ہو گئے تھے۔

شہادت سے ایک رات قبل اپنے بیٹے سے گفتگو :

اور انھوں نے رات کو باتیں کیں بُلا کر بیٹے سے اور کہا کہ کل صبح کو جو لوگ شہید ہوں گے سب سے پہلے شہید ہوں گے اُن میں شاید میں بھی شہید ہو جاؤں ایسے لگتا ہے مجھے، پھر ہوا بھی اسی طرح سے اُحد کے میدان میں جو مسلمان پہلے شہید ہوئے ہیں اُن میں یہ داخل ہیں۔ پھر فتح ہوگئی پھر فتح کے بعد معرکہ کا رُخ بدلہ ہے پھر اُس میں اور شہید ہوئے یہ اُن میں نہیں بلکہ پہلے شہید ہونے والوں میں ہیں۔

اللہ اور شہید کے درمیان مکالمہ :

اور یہ کہا اللہ تعالیٰ نے یَاعَبْدِی تَمَنَّ عَلَیَّ اُعْطِکَ مجھ سے کوئی تمنا کرو اپنی خواہش ظاہر کرو میں تمہیں دوں گا۔ قَال یارب تُحْیِینِیْ فَاُقْتَلُ فِیکَ ثَانِیًا اللہ تعالیٰ سے انھوں نے عرض کیا کہ تو مجھے دوبارہ زندگی دے اور میں پھر تیری راہ میں دوبارہ شہید ہوں۔ اسی طرح یہ کیفیت شہدا کی بس آتی ہے اور کسی کی نہیں آتی کہ کوئی آدمی یہ طلب کرتا ہو کہ دوبارہ میں دُنیا میں آوں اور پھر مارا جاؤں یہ کوئی تمنا نہیں کرتا، جس کو وہاں راحت مل گئی وہ سب چیزیں بھول جاتا ہے سب چیزیں ہیچ ہیں اُس کے لیے۔ حدیث شریف میں بھی آتا ہے انھیں یہ پسند نہیں کہ وہ ہمارے پاس واپس آئیں بس یہ کہتے ہیں کہ میں جاؤں اس لیے کہ دوبارہ شہید ہوں رہنے کے لیے نہیں دوبارہ تیری راہ میں اسی طرح شہید ہونے کے لیے [1]

اواگون کا بطلان حدیث سے :

اللہ نے جواب دیا اُن کو اِنَّہٗ قَدْ سَبَقَ مِنِّیْٓ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ میری طرف سے یہ فیصلہ پہلے ہو چکا ہے کہ جو اِدھر آجائیں گے پھر لوٹ کر نہیں جائیں گے۔ ''آواگون'' [2] کا کوئی سوال نہیں دوبارہ ''تناسخ'' رُوح پھر لوٹ کر آجائے اس کا کوئی سوال نہیں۔

شہید زندہ ہوتا ہے :

اس کے بعد قرآن پاک میں یہ آیت اُتری تھی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا جو خدا کی راہ میں قتل کیے گئے اُن کو مردہ نہ سمجھو بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ زندہ ہیں وہ ہاں تم ادراک نہیں کرسکتے اُن کی زندگی کا کہ اُن کی زندگی کس قسم کی ہے کس نوعیت کی ہے یا اُن کی زندگی تمہیں محسوس نہیں ہوتی۔ تمہیں یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ مرچکے ہیں اور ختم ہو چکے اور فی الواقع اُن میں ایک طرح کی حیات ہے، ایسی حیات ہے کہ ''یُرْزَقُوْنَ'' اُن کو کھانے پینے کو بھی دل چاہتا ہے اور وہ کھاتے پیتے بھی ہیں۔ تو آقائے نامدار ﷺ نے طبیعت اُن کی (حضرت جابرؓ کی) مضمحل دیکھی تو یہ بشارت دی۔

---

[1] بخاری شریف ج۱ ص۳۹۲ و ۳۹۵ [2] ہندوانی عقیدہ کی طرف اشارہ ہے رُوح کا مختلف شکلوں میں دنیا میں دوبارہ آنا۔

دوسری قسم کی ظاہری مدد :

بعد میں پھر اور سلسلہ ہوا قرض خواہ آگئے یہودی تھا کوئی سخت مزاج تھا اُس نے کہا مجھے تو کہیں سے کر کے دو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اگر تشریف لے آئیں بات کر لیں اس سے، تو شاید بہتر ہو۔ تو وہ اور اُس کے ساتھی جو تھے اور قرض لینے والے جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ تو بھڑک اُٹھے اور بجائے اس کے کہ اچھا اثر لیتے بڑے بگڑے۔ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ جتنی قسمیں ہیں کھجور کی اُس کی الگ الگ ڈھیریاں لگالو۔

معجزے کا ظہور :

جو بڑی ڈھیری تھی اُس کے گرد آپ نے چکر لگایا اُس پر تشریف فرما ہوئے اور پھر فرمایا کہ اِس کو دیتے جاؤ پھر تشریف لے آئے آپ، حدیثوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کر کے، کام سپرد کر کے کہ یہ کرتے رہو تشریف لے آئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے وہاں سے دینا شروع کیا ادا کرنا شروع کیا قرض اپنا، بس وہ کہتے ہیں کہ ایسے لگتا تھا جیسے اس میں سے ایک کھجور کا دانہ بھی کم نہیں ہوا اور سب کا قرض ادا ہو گیا اور اسی طرح سے پیداوار میری بچ گئی۔

قرض اور قرض خواہوں کی فکر :

اور میں دل میں یہ سوچتا تھا کہ اگر میری یہ ساری پیداوار یہ لے جائیں اور قرض میرا ادا ہو جائے اور یہ قرض خواہ راضی ہو جائیں اِس پر اور میں بالکل خالی ہاتھ گھر جاؤں یہ بھی میں پسند کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں اس میں، چہ جائیکہ وہ سب کی سب بچ گئیں۔ پھر آقائے نامدار ﷺ کو انھوں نے جا کر بتلایا کہ ایسے قصہ پیش آیا تو رسول اللہ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ انھیں بتلا دو۔ اُنھیں بتلایا تو انھوں نے کہا میں تو پہلے ہی جانتا تھا جب رسول اللہ ﷺ نے اُس کے گرد ایک چکر لگایا تو میں سمجھ گیا تھا کہ یہ برکت ہو جائے گی اس میں اور برکت کے واقعات وہ بہت دیکھ چکے تھے۔ تھوڑا کھانا سب کے لیے کافی ہو جائے۔ دو آدمیوں کا کھانا بہت بہت تعداد میں لوگوں کے لیے کافی ہوا ہے۔ بہت تھوڑا سا کھانا تھا ایک بکری کا بچہ ذبحہ ہوا تقریباً چودہ پندرہ سو آدمیوں کا کھانا ہو گیا پھر بھی بچ گیا پھر آپ نے فرمایا کہ یہ لوگوں کے پاس بھیج دو، کیونکہ لوگوں کو بھوک کی شدید تکلیف ہے تو ایک دو معجزے نہیں انھوں نے تو بہت دیکھ رکھے تھے تو فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اِس کے گرد ایک چکر لگایا تو میں سمجھ گیا تھا کہ یہ خاص واقعہ ظہور میں آنے والا ہے خاص طرح کی برکت ہونے والی ہے بہر حال سب فضیلتیں خدا کی ذات کی ہیں۔

خدا کی رضا اور بھروسہ کی برکت :

اُس کی خوشنودی۔ کے لیے جو کام کیا جائے سب ثمرات اُس کے ہیں۔ انھوں نے جان دی خدا کی رضا کے لیے اللہ نے انھیں وہاں خوش کیا، بیٹا یہاں تھا خداوند کریم نے اس کے لیے انتظام فرمایا۔ مقروض تھے لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں صرف (ایک بیٹا) جابرؓ تھے۔ ان کے والد صاحب فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ باقی سب سے زیادہ عزیز تم ہی ہو مجھے۔

قبر میں شہید کا جسم سالم رہا :

اُن کو شہادت کے چھ مہینے بعد انھوں نے نکالا دوسری جگہ الگ دفن کیا اور جسم اِن کا سالم تھا جس کروٹ کے بل لٹایا تھا اُس کروٹ کے بل کچھ حصہ بالوں وغیرہ کا جھڑ گیا غَیْرَ اُذُنِہٖ کان نہیں کان ٹھیک رہا کچھ اور چیز بال جیسے جھڑ جاتے ہیں جیسے کہنیوں کے نہیں رہتے گھٹنوں کے نہیں رہتے بال کیونکہ یہ جگہ استعمال میں آتی ہے تو اِسی طرح ایک کروٹ پر لیٹے رہنے سے کچھ بال جھڑ گئے ہوں گے۔ باقی کچھ تبدیلی اس میں نہیں آئی، پھر کیونکہ دو تھے ایک جگہ مدفون انھوں نے پھر الگ الگ کیا والد کو اور ایک جو اُن کے ساتھ تھے ان کو۔ والد کو وہاں سے ہٹا کر الگ قبر میں دفن کیا مگر قبر وہیں بنائی اُحد کی ہی جگہ۔ شہداء اُحد کو لوگ لانے لگے تھے مدینہ شریف میں، رسول اللہ ﷺ نے منع فرمادیا کہ نہیں جہاں شہید ہوئے ہیں وہیں دفن ہوں گے تو اُسی میدان میں دفن ہوئے جہاں شہید ہوئے تھے، سب کو اُسی جگہ دفن کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے آخرت میں اِن حضرات کا اور جناب رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین۔ اختتامی دُعا.........

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

چہل احادیث متعلقہ رمضان وصیام

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ ﴾

(۱) فرمایا نبی الرحمت ﷺ نے کہ انسان کے ہر عمل کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے کیونکہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش اور اپنے کھانے کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ پھر فرمایا کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری اُس وقت ہوگی جب خدا سے ملاقات کرے گا اور روزہ دار کے منہ کی بُو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے عمدہ ہے اور روزے ڈھال ہیں (جو گناہوں سے اور دوزخ سے بچاتے ہیں) جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو گندی باتیں نہ کرے اور شور نہ مچائے پس اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرنے لگے یا لڑنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں (لڑنا جھگڑنا گالی کا جواب دینا میرا کام نہیں)۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)

(۲) فرمایا رحمۃ للعالمین ﷺ نے کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اُن میں سے کوئی دروازہ رمضان ختم ہونے تک نہیں کھولا جاتا ہے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جن میں سے کوئی دروازہ (ختم رمضان تک) بند نہیں کیا جاتا ہے اور خدا کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے خیر کے طلب کرنے والے آگے بڑھ اور اے شر کے تلاش کرنے والے رُک جا اور بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے آزاد کرتے ہیں اور ہر رات ایسا ہی ہوتا ہے۔ (ترمذی، عن ابی ہریرہؓ) اور ایک روایت میں ہے کہ جب رمضان داخل ہوتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(۳) فرمایا رحمۃ للعالمین ﷺ نے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام "ریّان" ہے اس سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ (بخاری، مسلم عن سہلؓ) ریان بمعنی سیرابی والا۔

(۴) فرمایا رسولِ مقبول ﷺ نے کہ جس نے ایک دن خدا کی راہ میں روزہ رکھ لیا اللہ تعالیٰ اُسے دوزخ سے اس قدر دور کر دیں گے کہ ستر سال میں جتنی دور پہنچا جائے۔ (بخاری شریف، عن ابی سعیدؓ)

(۵) فرمایا سرکارِ دو عالم ﷺ نے کہ جس نے بلا کسی شرعی رخصت اور بلا کسی مرض کے (جس میں روزہ چھوڑنا جائز ہو) رمضان کا روزہ چھوڑ دیا تو اگر چہ (بعد میں) اُس کو رکھ لے تب بھی ساری عمر کے روزوں سے اُس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ (مسند احمد، عن ابی ہریرہؓ)

ف : مطلب یہ ہے کہ رمضان کے روزوں کی فضیلت اور برتری اس قدر ہے کہ اگر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا تو عمر بھر

روزے رکھنے سے بھی وہ فضیلت اور اجر اور ثواب نہ پائے گا جو رمضان میں روزے رکھنے سے ملتا ہے گو قضا کا ایک روزہ رکھنے سے حکم کی تعمیل ہو جائیگی۔

روزہ کی حفاظت :

(۶) فرمایا فخرِ بنی آدم ﷺ نے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کے لیے (حرام کھانے یا حرام کام کرنے یا غیبت وغیرہ کرنے کی وجہ سے) پیاس کے علاوہ کچھ بھی نہیں اور بہت سے تہجد گزار ایسے ہیں جن کے لیے (ریا کاری کی وجہ سے) جاگنے کے سوا کچھ نہیں۔ (دارمی، عن ابی ہریرہؓ)

(۷) فرمایا سرکارِ دو عالم ﷺ نے کہ روزہ (شیطان کی شرارت سے بچنے کے لیے) ڈھال ہے جب تک کہ روزہ دار (جھوٹ بول کر یا غیبت وغیرہ کر کے) اُس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ (نسائی، عن ابی عبیدہؓ)

(۸) فرمایا سرورِ کونین ﷺ نے کہ جس نے روزہ رکھ کر بُری بات اور بُرے عمل کو نہ چھوڑا تو خدا کو اُس کی کچھ حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (بخاری شریف، عن ابی ہریرہؓ)

قیامِ رمضان :

(۹) فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ جس نے ایمان کے ساتھ (اور) ثواب سمجھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اُس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے ایمان کے ساتھ (اور) ثواب سمجھتے ہوئے رمضان میں قیام کیا (تراویح وغیرہ پڑھی) تو اُس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے شب قدر میں قیام کیا ایمان کے ساتھ اور ثواب سمجھ کر اُس کے اب تک کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری و مسلم، عن ابی ہریرہؓ)

(۱۰) فرمایا فخر دو عالم ﷺ نے کہ روزے اور قرآن بندہ کے لیے سفارش کریں گے۔ روزے کہیں گے اے رب! ہم نے اِس کو دن میں کھانے سے اور دیگر خواہشات سے روک دیا لہٰذا اس کے حق میں ہماری سفارش قبول فرمالیجیے۔ قرآن عرض کرے گا کہ میں نے رات کو اسے سونے نہ دیا لہٰذا اِس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالیجیے چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔ (بیہقی فی شعب الایمان، عن عبداللہ بن عمرؓ)

رمضان اور قرآن :

(۱۱) فرمایا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسولِ خدا ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے رمضان میں آپ کی سخاوت بہت ہی زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ رمضان کی ہر رات میں جبرئیل (علیہ السلام) آپ سے ملاقات کرتے تھے اور آپ اُن کو قرآن مجید سُناتے تھے۔ جب جبرئیل (علیہ السلام) آپ سے ملاقات کرتے تھے تو آپ اُس ہوا سے بھی

زیادہ سخی ہو جاتے تھے جو بارش لے کر بھیجی جاتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

رمضان میں سخاوت :

(۱۲) فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ جب رمضان داخل ہوتا تھا تو حضور اقدس ﷺ ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر سائل کو عطا فرماتے تھے (بیہقی فی شعب الایمان) مطلب یہ ہے کہ آپ یوں بھی کسی سائل کو محروم نہ فرماتے تھے مگر رمضان میں اِس کا اہتمام مزید ہو جاتا تھا۔

روزہ افطار کرانا :

(۱۳) فرمایا خاتم الانبیاء ﷺ نے کہ جس نے روزہ دار کا روزہ کُھلوایا یا مجاہد کو سامان دیدیا تو اُس کو روزہ دار جیسا اجر ملے گا۔ (بیہقی فی شعب الایمان، عن زید بن خالدؓ) اور غازی اور روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔

روزہ میں بُھول کر کھا پی لینا :

(۱۴) فرمایا رحمۃ للعالمین ﷺ نے کہ جو شخص روزہ میں بُھول کر کھا پی لے تو روزہ پورا کرلے کیونکہ (اس کا کچھ قصور نہیں) اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا۔ (بخاری و مسلم، عن ابی ہریرہؓ)

سحری کھانا :

(۱۵) فرمایا نبی مکرم ﷺ نے کہ سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔ (بخاری و مسلم، عن انسؓ)

(۱۶) فرمایا نبی مکرم ﷺ نے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے (مسلم، عن عمرو بن العاصؓ)

(۱۷) فرمایا نبی اکرم ﷺ نے کہ سحری کھانیوالوں پر خدا اور اُس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ (طبرانی، عن ابن عمرؓ)

افطار کرنا :

(۱۸) فرمایا نبیُ الرحمت ﷺ نے کہ لوگ ہمیشہ خیر پر رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے یعنی غروبِ آفتاب ہوتے ہی فوراً روزہ کھول لیا کریں گے۔ (بخاری و مسلم، عن سہلؓ)

(۱۹) فرمایا رحمتِ کائنات ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندوں میں مجھے سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو افطار میں سب سے زیادہ جلدی کرنے والا ہے یعنی غروب ہوتے ہی فوراً افطار کرتا ہے اور اسے اس میں جلدی کا خوب

اہتمام رہتا ہے۔(ترمذی، عن ابی ہریرہؓ)

(۲۰) فرمایا سید الکونین ﷺ نے کہ جب اِدھر سے (یعنی مشرق سے) رات آگئی اور اُدھر سے (یعنی مغرب سے) دن چلا گیا تو روزہ افطار کرنے کا وقت ہوگیا (آگے انتظار کرنا فضول ہے بلکہ مکروہ ہے)۔(مسلم، عن عمرو بن العاصؓ)

(۲۱) فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ جب تم روزہ کھولنے لگو تو کھجوروں سے افطار کرو کیونکہ کھجور سراپا برکت ہے۔اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے روزہ کھول لے کیونکہ وہ (ظاہر و باطن) کو پاک کرنے والا ہے۔(ترمذی، عن سلمان بن عامرؓ)

روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے :

(۲۲) فرمایا خاتم الانبیاء ﷺ نے کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔(ابن ماجہ، عن ابی ہریرہؓ)

سردی میں روزہ :

(۲۳) فرمایا سرورِ عالم ﷺ نے کہ موسم سرما میں روزہ رکھنا مفت کا ثواب ہے۔(ترمذی، عن عامرؓ) مفت کا ثواب اس لیے فرمایا کہ اس میں پیاس نہیں لگتی اور دن جلدی سے گزر جاتا ہے۔افسوس ہے کہ بہت سے لوگ اس پر بھی روزہ سے گریز کرتے ہیں۔

جنابت روزہ کے منافی نہیں :

(۲۴) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ رمضان المبارک میں حضورِ اقدس ﷺ کو بحالتِ جنابت صبح ہو جاتی تھی اور یہ جنابت احتلام کی نہیں (بلکہ بیویوں کے ساتھ مباشرت کرنے کی وجہ سے ہوتی تھی) پھر غسل فرما کر روزہ رکھ لیتے تھے۔(بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ صبح صادق سے قبل غسل نہیں فرمایا اور روزہ کی نیت فرمالی، پھر طلوعِ آفتاب سے قبل غسل فرما کر نماز پڑھ لی۔اس طرح سے روزہ کا کچھ حصہ حالتِ جنابت میں گزرا اِس لیے کہ روزہ بالکل ابتدائے صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے۔اسی طرح اگر روزہ میں احتلام ہو جائے تو بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ جنابت روزہ کے منافی نہیں ہے۔ہاں اگر عورت کے ماہواری کے دن ہوں تو روزہ نہ ہوگا۔ان دنوں کی قضا بعد میں فرض ہے، یہی مسئلہ نفاس کے ایام کا ہے۔نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے۔

روزہ میں مسواک :

(۲۵) فرمایا حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ رسولِ خدا ﷺ کو بحالتِ روزہ اتنی بار مسواک

کرتے ہوئے دیکھا کہ جس کا میں شمار نہیں کر سکتا۔(ترمذی)

مسواک تر ہو یا خشک روزہ میں ہر وقت کر سکتے ہیں۔ البتہ منجن، ٹوتھ پاؤڈر، ٹوتھ پیسٹ یا کوئلہ وغیرہ سے روزہ میں دانت صاف کرنا مکروہ ہے۔

روزہ میں سُرمہ :

(۲۶) فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری آنکھ میں تکلیف ہے کیا میں روزہ میں سُرمہ لگالوں؟ فرمایا لگالو۔(ترمذی)

اگر روزہ دار کے پاس کھایا جائے :

(۲۷) فرمایا فخرِ بنی آدم ﷺ نے کہ جب تک روزہ دار کے پاس کھایا جاتا رہے اس کی ہڈیاں تسبیح پڑھتی ہیں اور اس کے لیے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔(بیہقی فی شعب الایمان، عن ابی ہریرہؓ)

آخر عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام :

(۲۸) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں جس قدر عبادت میں محنت فرماتے تھے دوسرے ایام میں اِس قدر محنت نہیں فرماتے تھے۔(مسلم)

(۲۹) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ جب آخری عشرہ آتا تھا تو سرورِ عالم ﷺ تہبند کس لیتے تھے (تاکہ خوب عبادت کریں) اور پوری رات عبادت کرتے تھے اور گھر والوں کو عبادت کے لیے جگاتے تھے۔(بخاری و مسلم)

شبِ قدر :

(۳۰) فرمایا رحمۃ للعالمین ﷺ نے کہ بلاشبہ یہ مہینہ آچکا ہے اِس میں ایک رات ہے (شبِ قدر جو عبادت کی قدر و قیمت کے اعتبار سے) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو اس رات سے محروم ہو گیا کُل خیر سے محروم ہو گیا۔ اور اس شب کی خیر سے وہی محروم ہوگا جو پورا پورا محروم ہو (جسے ذوقِ عبادت بالکل نہیں اور جو فکر سعادت سے خالی ہے)۔(ابن ماجہ، عن انسؓ)

(۳۱) فرمایا سرورِ کونین ﷺ نے کہ شبِ قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔(بخاری، عن عائشہؓ)

(۳۲) فرمایا محبوبِ رب العالمین ﷺ نے (اعتکاف کرنے والے کے متعلق) کہ وہ گناہوں سے بچا رہتا

ہے اور اُسے وہ ثواب بھی ملتا ہے جو (اعتکاف سے باہر) تمام نیکیاں کرنے والے کو ملتا ہے۔ (ابن ماجہ، عن ابن عباسؓ)

یعنی اعتکاف میں بیٹھ کر اعتکاف والا خارجِ مسجد جو نیکیاں کرنے سے عاجز ہے تو وہ ثواب کے اعتبار سے محروم نہیں ہے۔ اگر اعتکاف نہ کرتا تو مسجد سے باہر جو نیکیاں کرتا اُن کا ثواب بھی پاتا ہے۔

آخری رات میں بخششیں :

(۳۳) فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ رمضان کی آخری رات میں اُمتِ محمدیہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا اس سے شبِ قدر مراد ہے؟ فرمایا نہیں! (یہ فضیلت آخری رات کی ہے شبِ قدر کی فضیلتیں اس کے علاوہ ہیں) بات یہ ہے کہ عمل کرنے والے کا اَجر اُس وقت پورا دے دیا جاتا ہے جب کام پورا کر دیتا ہے اور آخری شب میں عمل پورا ہو جاتا ہے لہٰذا بخشش ہو جاتی ہے۔ (مسند احمد، عن ابی ہریرہؓ)

عید کا دن :

(۳۴) فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں جو ہر اُس بندۂ خدا کے لیے دُعا کرتے ہیں جو اللہ عزّ وجل کا ذکر کر رہا ہو۔ پھر جب عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں کہ دیکھو اِن لوگوں نے ایک ماہ کے روزے رکھے اور حکم مانا۔ اور فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! بتاؤ اُس مزدور کی کیا جزاء ہے جس نے عمل پورا کر دیا ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے رب! اس کی جزاء یہ ہے کہ اس کا بدلہ پورا دے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور بندیوں نے میرا فریضہ پورا کر دیا جو اُن پر لازم تھا اور اب دعا میں گڑگڑانے کے لیے نکلے ہیں۔ قسم ہے میرے عزت و جلال اور کرم کی اور میرے علو و ارتفاع کی میں ضرور اِن کی دعا قبول کروں گا۔ پھر (بندوں کو) ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا لہٰذا اِس کے بعد (عید گاہ سے) بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

رمضان کے بعد دو اہم کام :

صدقہ فطر :

(۳۵) فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ مقرر فرمایا رسولِ اکرم ﷺ نے صدقۂ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کی روزی کے لیے۔ (ابوداؤد شریف)

شش عید کے روزے :

(۳۶) فرمایا فخر کونین ﷺ نے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ (نفل روزے) یعنی عید کے مہینہ میں رکھے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا۔ اگر ہمیشہ ایسا ہی کیا کرے تو) گویا اُس نے ساری عمر روزے رکھے۔ (مسلم، عن ابی ایوبؓ)

چند مسنون دُعائیں :

(۳۷) فرمایا معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ افطار کے وقت یہ دُعا پڑھتے تھے :

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (ابوداؤد)

ترجمہ : اے اللہ میں نے تیرے ہی لیے روزرکھا اور تیرے ہی دیئے ہوئے رزق پر کھولا۔

(۳۸) فرمایا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ افطار کے وقت (یعنی بعد افطار) رسول کریم ﷺ یہ دعا پڑھتے :

ذَھَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ۔ (ابوداؤد، عن ابن عمرؓ)

ترجمہ : پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہوگئیں اور اِن شاء اللہ اجر ثابت ہوگیا۔

افطار کی ایک اور دُعاء :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ.

"اے اللہ! میں آپ کی اس رحمت کے ذریعہ سوال کرتا ہوں جو ہر چیز کو سمائے ہوئے ہے کہ آپ میرے گناہ معاف فرمادیں"۔

یہ دُعا حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے۔ (ابن ماجہ)

(۳۹) جب کسی کے یہاں افطار کرے تو اہل خانہ کو یہ دعا دے :

اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّآئِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰئِکَۃُ

"روزہ دار تمہارے یہاں افطار کیا کریں اور نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے لیے دعا کریں"۔ ایک جگہ افطار کر کے رسولِ اکرم ﷺ نے یہ دُعا پڑھی تھی (ابن ماجہ)

شب قدر کی دُعا :

(۴۰) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ شب قدر کون سی ہے تو (اُس رات) میں کیا دُعا کروں؟ فرمایا (دُعا میں) یوں کہنا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (ترمذی)

''اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند فرماتا ہے لہٰذا مجھے معاف فرمادے''۔

رمضان المبارک کے چار اہم کام :

(۱) لا الٰہ الا اللہ کی کثرت کرنا (۲) استغفار میں لگے رہنا

(۳) جنت نصیب ہونے کا سوال کرنا (۴) دوزخ سے پناہ میں رہنے کی دُعا کرنا

(فضائل رمضان بحوالہ صحیح ابن خزیمہ)

وفیات

۲۷ اگست کو جناب شیخ یوسف صاحب کے برادرِ نسبتی جناب شیخ مظہر صاحب گجرات میں بعارضۂ قلب وفات پاگئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔مرحوم بہت مخیّر اور غریب پرور انسان تھے۔اہلِ علاقہ کے حاجت مندوں کی خبر گیری کے سبب آپ ہر دلعزیز تھے نیک لوگوں سے محبت وعقیدت رکھتے تھے۔اُن کی وفات اہلِ خانہ اور اہلِ علاقہ سب ہی کے لیے بہت بڑا حادثہ ہے۔اللہ تعالیٰ شیخ صاحب مرحوم کی خدمات کو قبول فرما کر آخرت کے بلند ترین درجات نصیب فرمائے اور سوگوار خاندان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔آمین۔

۲۹ اگست کو بھائی کمال صاحب کے جواں سال بھتیجے اور مولوی قمر عاصم صاحب کے بھائی موٹر سائیکل کے حادثہ کی وجہ سے انتقال کر گئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. اِس ناگہانی موت پر اہلِ جامعہ مدنیہ جدید خاندان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعاء گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور اہلِ خانہ کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔آمین۔

جناب رانا محمد اکرم صاحب کی اہلیہ گزشتہ ماہ کی ۱۳ تاریخ کو وفات پاگئیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی بہت پابند اور نیک دل خاتون تھیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں ان کو جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب ہو۔آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کروائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

زکوٰۃ............احکام اور مسائل

﴿حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ﴾

تم خدا کے فضل سے نمازی ہو، جماعت سے نماز ادا کرتے ہو، نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اُس کا ترجمہ اور مطلب بھی سمجھ لیتے ہو، تم پوری طرح سمجھ چکے ہو کہ نماز اللہ کی یاد کا ایک طریقہ ہے جس میں بندہ اپنے رب کی بارگاہ میں زیادہ سے زیادہ عاجزی اور نیازمندی پیش کرتا ہے، اپنے دکھ درد کی فریاد کرتا ہے اور جماعت میں شریک ہو کر جماعتی نظم، اتحاد، اتفاق اور مساوات کا سبق لیتا ہے اور تمام دُنیا کے لیے نمونہ پیش کرتا ہے ۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز　　نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

خدا کے فضل سے تم روزوں کے بھی عادی ہو، تمام دن بھوکے پیاسے رہ کر ثابت کرتے ہو کہ ہمارا کھانا پینا اور ہمارے دل کی چاہ "حکمِ رب" کے تابع ہے۔ اُس نے اجازت دی تو ہم نے کھایا پیا، دل کی چاہ پوری کی۔ اُس نے منع کر دیا تو ہم رُک گئے۔ اِس سے اپنے اُوپر قابو پانے کے مشق بھی ہوتی ہے اور بھوکے پیاسے، ضرورت مندوں کے دُکھ درد کا احساس بھی بیدار ہوتا ہے جس سے خلقِ خدا کے ساتھ ہمدردی بڑھتی ہے۔ لیکن تمہارا ایمان یہ بھی ہے کہ جس طرح ہماری جان خدا کی دی ہوئی ہے جب اُس نے چاہا ہمیں پیدا کیا۔ گوشت کے لوتھڑے میں جان ڈالی، جب چاہے گا یہ بخشی ہوئی جان لے لے گا۔ اِسی طرح ہمارا مال بھی خدا کا دیا ہوا ہے ہماری جس کوشش کو چاہتا ہے وہ کامیاب کر دیتا ہے جس سے ہمارے ہاتھ کُھل جاتے ہیں، جیب بھر جاتی ہے گھر میں رزق آجاتی ہے اور جب چاہتا ہے اپنی دی ہوئی دولت سمیٹ لیتا ہے۔ چنانچہ فارسی کا یہ شعر جو عام طور پر زبانوں پر ہوتا ہے، ہمارا عقیدہ ہے ۔

در حقیقت مالک ہر شے خدا اَست　　ایں امانت چند روزہ نزدِ ماست

یعنی درحقیقت ہر ایک چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جو کچھ ہمارے پاس ہے اللہ کی دی ہوئی چند روزہ امانت ہے۔

اچھا جب یہ سب مال و دولت۔ اللہ تعالیٰ کی عطا اور اُس کی دی ہوئی نعمت ہے تو انصاف کی بات تو یہ ہے کہ حصہ رسدی تمہارے پاس رہے، باقی سب اللہ کی مخلوق پر خرچ ہو۔ دیکھو دریا کا پانی نالی کے راستے سے تمہارے کھیت میں پہنچتا ہے۔ یہ نالی حصہ رسدی یا اِس سے کچھ زیادہ خود چُوس لیتی ہے باقی سارا پانی جُوں کا تُوں کھیتوں اور باغیچوں کو پہنچا دیتی ہے جو تشنہ لب ضرورت مند ہوتے ہیں۔ اِسی طرح تم بھی اگر دولت مند ہو تو ایک چشمہ ہو، ایک نہر ہو۔ اپنی پیاس بھر اپنے پاس رکھو باقی سب اللہ کی مخلوق پر صرف کر دو جس کی زندگی کا چمن مُرجھا رہا ہے کیونکہ یہ مخلوق "عیال اللہ" ہے۔ مالک کی دی

ہوئی نعمت اُس کے عیال پر صرف ہونی چاہئے۔ ایمان کا تقاضا یہی ہے کھیت سُوکھ رہا ہو اور تم چشمہ کے دہانہ پر پتھر کی چٹان رکھ دو یہ ایمان کی بات نہیں ہے بلکہ بہت بڑا ظلم ہے اور پرلے درجے کی سنگدلی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ. یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ. (سورۃ توبہ آیت : ۳۴ . ۳۵ پارہ : ۱۰)

''جو لوگ کنز کرتے ہیں (جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں) سونے اور چاندی کو اور راہِ خدا میں اُس کو خرچ نہیں کرتے۔ اُن کو سُنا دو خبر دردناک عذاب کی۔ جس دن تاپا جائیگا اس خزانے کو نارِ جہنم میں پھر اُس سے داغا جائے گا اُن کی پیشانیوں اور پہلوؤں کو اور کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کو تم نے اپنے لیے جمع کر کے اور جوڑ کر رکھا تھا۔ پس چکھو اپنے جوڑے ہوئے کو''۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

لَیْسَ بِالْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَشْبَعُ وَجَارُہٗ جَائِعٌ. (ترمذی شریف)

''وہ مسلمان نہیں جو خود پیٹ بھرلے اور پڑوسی بھوکا رہے''۔

ایک دفعہ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا :

اِفْشَآءُ السَّلَامِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلٰوۃُ وَالنَّاسُ نِیَامٌ

سلام کا رواج عام کرنا، کھانا کھلانا اور اُس وقت نماز پڑھنا کہ لوگ سو رہے ہوں (یعنی تہجد کی نماز پڑھنا)

مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اُس کا احسان ہے کہ اُس نے یہ حکم نہیں دیا کہ تمہارے بجٹ تلے خرچ سے جو فاضل بچے، وہ سب راہِ خدا میں خرچ کر دو۔ وجہ یہ ہے کہ جس خدائے ذوالجلال نے دین اسلام سے ہمیں نوازا، وہ صرف حاکم ہی نہیں ہے بلکہ وہ رب اور پروردگار بھی ہے۔ وہ ہماری فطرت اور اُس کی صلاحیتوں یا کمزوریوں سے واقف ہی نہیں ہے بلکہ وہ خالق اور صانع ہے جس نے انسان کو انسان بنایا۔ اُس کی فطرت خاص طرح کی رکھی اُس میں خاص خاص صلاحیتیں پیدا کیں۔ وہ خوب جانتا ہے کہ دولت کی محبت انسانی فطرت ہے۔ یہی سبب ہے کہ انسان ہر طرح کی مصیبتیں جھیلتا ہے راحت و آرام قربان کر دیتا ہے اور اپنی تمام صلاحیتیں اور قابلیتیں کام میں لا کر دولت حاصل کرتا ہے۔

وہ یہ بھی جانتا ہے کہ بال بچوں کی محبت تقاضاء فطرت ہے۔ انسان اپنے آپ سے زیادہ اپنی اولاد کی رفاہیت اور خوشحالی چاہتا ہے۔ اُس کی تمنا ہوتی ہے کہ جتنی ترقی اُس نے کی ہے اُس سے بڑھ چڑھ کر اُس کی اولاد ترقی کرے۔ اِس تمنا سے خود باپ کو کوئی فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے، البتہ ملک اور قوم کو ضرور فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ نوجوانوں کی ترقی ملک اور قوم کی

ترقی ہوتی ہے اور اِس طرح پورے عالم کی ترقی کا راستہ کھلتا ہے۔ وہ خالق اور رب جس طرح غریبوں اور ضرورت مندوں کا پروردگار ہے ایسے ہی وہ امیروں اور دولت مندوں کا بھی رب اور پروردگار ہے۔ جس طرح غریب اور کمزور انسان اُس کی عیال ہیں ایسے ہی دولت منداور اُن کے اہل وعیال بھی اس کی عیال ہیں۔

بیشک نہر، نالے اور چشمے تمام پانی تقسیم کردیتے ہیں مگر اُن کے جگر قدرتی طور پر کھیت کی زمین سے زیادہ تر رہتے ہیں۔ جو درخت نالی کی ڈول، نہر کی پٹری یا چشمہ کے آس پاس ہوتے ہیں وہ زیادہ سرسبز وشاداب رہتے ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے وہ غیر فطری باتوں کو حرام اور ناجائز قرار دے کر ختم کرتا ہے۔ اُس نے صرف چالیسواں حصہ تو ایسا رکھا کہ وہ اُس دولت مند کا نہیں ہے بلکہ اللہ کا ہے۔ یہ حصہ اُس کی ضرورت مند عیال پر صرف ہونا چاہیے۔ اس کو اگر تم اپنے صرف میں لاتے ہو تو ضرورت مند فقیروں کا حصہ غصب کرتے ہو اِس طرح اپنے تمام مال کو ناپاک کر لیتے ہو کیونکہ تمہاری پاک کمائی میں اگر غصب کا مال مل جائے تو ساری کمائی ناپاک ہو جاتی ہے۔

اِس چالیسویں حصے کے علاوہ باقی ۳۹ حصے تمہارے ہیں۔ ان کو اپنے پاس جمع بھی رکھ سکتے ہو، کاروبار کو ترقی دینے، جائیداد اور املاک کو بڑھانے میں بھی صرف کر سکتے ہو، اپنی اولاد کے لیے پس انداز بھی کر سکتے ہو کہ وہ تمہارے پیچھے ضرورت مند محتاج نہ رہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا : تم اپنی اولاد کو دولت مند خوش حال چھوڑ دو یہ اِس سے بہتر ہے کہ اُن کو فقیر چھوڑ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

مگر یہ کبھی مت بھولو کہ اللہ تعالیٰ کا حق اُن اُنتالیس حصوں پر بھی قائم ہے۔ اگر جہادِ عام جیسا معاملہ پیش آئے یا قحط جیسی کوئی عام مصیبت افرادِ ملت کو گھیر لے یا آنے والی نسل کی تعلیم کا مسئلہ پیش ہو یا مثلاً کسی ایسی تیاری کا مسئلہ پیش ہو کہ مقابلے کے وقت آپ کی قوم دوسری قوموں سے پیچھے نہ رہے۔ ایسے تمام موقعوں پر خود آپ کا اپنا فرض ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی اپنی دولت راہِ خدا میں صرف کرو کیونکہ اگر ایسا نہیں کرتے تو اپنی قوم اور ملک وملت کی تباہی مول لیتے ہو اور خود اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ .(سورۃ بقرۃ آیت:۱۹۵ پارہ:۲)

''اے ایمان والو! خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنے آپ کو ہلاکت میں، اور نیکی کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو''۔

غزوۂ عسرت کا واقعہ مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے امداد کی اپیل فرمائی تو حضرت عثمانؓ نے تین سو اُونٹ،

دس ہزار دینار، چار ہزار درہم پیش کیے۔ فاروق اعظمؓ کے یہاں جو کچھ تھا اُس کا آدھا لے آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو یہ کمال کیا کہ جو کچھ تھا سب ہی لاکر بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا۔ یہ ہے قومی اور ملی احساس جو ہر مسلمان میں ہونا چاہیے جس کی بنا پر وہ خود آگے بڑھ کر اپنی دولت خرچ کرے۔ جتنے زیادہ ولولہ اور شوق سے دولت خرچ کرے گا اُتنا ہی زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَا بِلَ فِىْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ .(سورة البقره .آیت : ۲۶۱ پاره : ۳)

''وہ لوگ جو اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں اُس خرچ کی مثال اُس دانہ کی ہے جس میں سات خوشے نمودار ہوئے، ہر خوشے میں سو دانے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔''

بار ہا ایسا ہوتا ہے کہ ملکی ضرورتوں کے لیے حکومتیں پبلک سے قرض لیا کرتیں ہیں۔ دینی اور ملی ضرورتوں کے لیے جو رقم صرف کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ ہمارے اُوپر قرض ہے ہم اس کا انعام بہت بڑھا چڑھا کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

من ذاالذی یقرض اللّٰہ قرضا حسنا فیضاعفه له اضعافا کثیرة.واللّٰہ یقبض و یبصط والیه ترجعون . (سورة بقرة : آیت ۲۴۵ پ: ۲)

''کون ہے جو اللہ کو اچھا قرضہ قرض دے کہ اللہ تعالیٰ اُسے بڑھا چڑھا کر کئی گنا کر دے اور اللہ ہی تنگی کرتا اور فراخی دیتا ہے اور تم سب اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

یعنی جو کچھ ہے اسی کا ہے، تم خود بھی اُسی کے ہو۔ چند روزہ زندگی کے بعد اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے پھر دل تنگی اور بخل کیسا۔ اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرو۔

تعریف، حکم اور شرطیں

تعریف :

زکوٰۃ مال کے اُس خاص حصے کو کہتے ہیں جس کو خدا کے حکم کے موافق فقیروں محتاجوں وغیرہ کو دے کر اُنہیں مالک بنا دیا جائے۔

حکم :

زکوۃ دینا فرض ہے۔ قرآن مجید کی آیتوں اور آنحضرت ﷺ کی حدیثوں سے اِس کی فرضیت ثابت ہے جو شخص زکوٰۃ فرض ہونے سے انکار کرے وہ کافر ہے۔

شرطیں :

مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ ہونا، نصاب کا مالک ہونا، نصاب کا اپنی حاجتوں سے زیادہ اور قرض سے بچا ہوا ہونا اور مالک ہونے کے بعد نصاب پر ایک سال گزر جانا زکوٰۃ فرض ہونے کی شرطیں ہیں۔

پس کافر، غلام، مجنوں اور نابالغ کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ اِسی طرح جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو یا مال تو نصاب کے برابر ہے لیکن وہ قرض دار بھی ہے یا مال سال بھر تک باقی نہیں رہا تو اِن حالتوں میں بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

مال، زکوٰۃ اور نصاب

کس کس مال میں زکوٰۃ فرض ہے :

(۱) مالِ تجارت میں (۲) سونے اور چاندی میں (۳) سونے چاندی سے بنی ہوئی تمام چیزوں میں جیسے اشرفی، روپے، زیور، برتن، گوٹہ، ٹھپہ، آرائشی سامان وغیرہ، ان سب میں زکوٰۃ فرض ہے۔

سرکاری نوٹ :

سرکاری نوٹ رسید کی حیثیت رکھتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے کے نوٹ ہیں اُتنی رقم آپ کی سرکاری بنک میں جمع ہے۔ پس اگر یہ رقم بقدر نصاب ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

جواہرات :

سچے موتی یا جواہرات پر زکوٰۃ فرض نہیں چاہے کتنی ہی مالیت کے ہوں البتہ اگر تجارت کے لیے ہوں تو زکوٰۃ فرض ہے۔

برتن اور مکانات وغیرہ :

تانبے وغیرہ کے برتن، کپڑے، مکان، دکان، کارخانہ، کتابیں، آرائشی سامان (جو سونے چاندی کا نہ ہو) دستکاریوں کے اوزار، خواہ وہ کسی قیمت کے ہوں، خواہ اُن سے کرایہ آتا ہو، اُن پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے البتہ اگر اُن میں سے کوئی چیز بھی تجارت کی ہے تو اُس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

مالِ تجارت :

جو مال بیچنے اور نفع کمانے کے لیے ہو وہ مال تجارت ہے خواہ کسی قسم کا مال ہو یہاں تک کہ اینٹیں پتھر، مٹی کے

برتن، گھاس پھونس، اگر اُن کی تجارت کی جاتی ہے تو اُن پر بھی زکوۃ واجب ہے۔

نصاب کسے کہتے ہیں :

جن مالوں میں زکوۃ فرض ہے اُن کی شریعت نے خاص خاص مقدار مقرر کردی ہے جب اتنی مقدار کسی کے پاس پوری ہوجائے تو زکوۃ فرض ہوجاتی ہے۔ پس نصاب مال کی اُس خاص مقدار کو کہتے ہیں جس پر شریعت نے زکوۃ فرض کی ہے۔

چاندی کا نصاب اور اُس کی زکوۃ :

چاندی کا نصاب باون تولہ چھ ماشہ ہے [۱] اور انگریزی روپیہ کے وزن سے جو ساڑھے گیارہ ماشے کا ہوتا ہے ۵۴ تولہ ۲ ماشہ اور جبکہ زکوۃ میں چالیسواں حصہ (۱/۴۰) دینا فرض ہوتا ہے تو ۵۴ تولہ ۲ ماشہ کی زکوۃ ایک تولہ چار ماشہ دورتی چاندی ہوگی۔

سونے کا نصاب اور اُس کی زکوۃ :

سونے کا نصاب سات تولے چھ ماشے سونا ہوتا ہے۔ اس کی زکوۃ دو ماشے دورتی سونا ہوئی۔

تجارتی مال کا نصاب :

سونے چاندی سے تجارتی مال کی قیمت لگاؤ پھر اگر اُس کی مالیت نصاب کے برابر یا اُس سے زائد ہو تو چاندی یا سونے کا نصاب قائم کر کے اُس کے حساب سے زکوۃ ادا کرو۔

اصل کے بجائے قیمت :

(۱) اصل فرض تو یہ ہے کہ جس مال پر زکوۃ واجب ہوتی ہے اُسی کا چالیسواں حصہ زکوۃ میں دو۔ مثلاً اگر غلہ کی تجارت ہے تو تجارتی غلہ کا جس قدر اسٹاک ہے اُس کا چالیسواں حصہ زکوۃ میں دے دو۔ باقی یہ بھی جائز ہے اور ضرورت مندوں کی سہولت اگر اسی میں ہے تو یہی بہتر ہے کہ اس کی قیمت دے دو۔

(۲) اسی طرح اگر تمہارے پاس چاندی کے زیور یا برتن ہیں جن کا وزن مثلاً سو تولہ ہے تو فرض تو یہ ہے کہ ڈھائی تولہ چاندی دے دو۔ لیکن اگر ڈھائی تولہ چاندی کی قیمت کا کپڑا یا غلہ خرید کر دے دو وہ بھی جائز ہے۔

(۳) اس موقع پر آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد یاد رکھو کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہتر اور افضل وہ ہے جو

---

[۱] وزن کے لحاظ سے ۱۰ درہم ۷ مثقال کے ہوتے ہیں۔ دو سو درہم ۱۴۰ مثقال کے۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے تو ایک سو چالیس مثقال کا وزن چھ سو تیس ماشہ ہوگا جس کے ساڑھے باون تولے ہوتے ہیں۔

ضرورت مند کی ضرورت کے مطابق ہو اور جس میں اُس کا نفع زیادہ ہو۔ مثلاً جو بھوکا ہے اُس کو غلہ دو، ننگے کو کپڑا دو۔ اگر بھوکے ننگے کو کسی تاجر نے کتابیں دے دیں تو اُس کی زکوٰۃ تو ادا ہو جائے گی مگر ضرورت مند کی ضرورت پوری نہ ہو گی وہ اپنی ضرورت پوری کرنا چاہے گا تو اِن کتابوں کو آدھی تہائی قیمت پر بیچے گا، اِس سے اُس کا نقصان ہوگا۔

(۴) یہ بھی یاد رکھو کہ چاندی کی زکوٰۃ اگر چاندی سے ادا کی جائے گی تو قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ وزن کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً کسی کے پاس خالص چاندی کے سو روپے ہیں۔ سال گزرنے کے بعد اُسے ڈھائی تولہ چاندی دینی چاہیے۔ اب اُسے اختیار ہے کہ وہ خالص چاندی کے دو روپے اور ایک خالص چاندی کی اٹھنی دے دے یا چاندی کا ٹکڑا ڈھائی تولہ کا دے دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ لیکن اگر چاندی کا ٹکڑا ڈھائی تولہ کا قیمت میں دو روپے کا ہو تو دو روپے دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اگر ڈھائی تولہ خالص چاندی تین روپے کی ہو تو زکوٰۃ میں تین روپے دینے ہوں گے۔ ہاں اگر روپے بھی خالص چاندی کے ہوں تو ڈھائی روپے یعنی دو روپے خالص چاندی کے اور ایک اٹھنی خالص چاندی کی زکوٰۃ میں دی جائے گی۔

اَدھورے نصاب :

(۱) کسی کے پاس تھوڑی سی چاندی ہے اور تھوڑا سا سونا، دونوں میں سے نصاب کسی کا پورا نہیں ہے تو اِس صورت میں سونے کی قیمت چاندی سے یا چاندی کی قیمت سونے سے لگا کر دیکھو کہ دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر کسی کا نصاب پورا ہو جائے تو اُسی کی زکوٰۃ دو ؎ اور دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا نہ ہو تو زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۲) اگر کسی کے پاس صرف تین چار تولہ سونا ہے۔ اُس کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر یا اُس سے زیادہ ہے لیکن چاندی یا چاندی کی کوئی بھی چیز اُس کے پاس نہیں ہے تو اِس صورت میں اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(۳) کسی کے پاس کچھ تجارتی مال ہے جو نصاب کے برابر نہیں ہے لیکن اس کے علاوہ کچھ سونا یا چاندی بھی اُس کے پاس ہے تو اگر سب کے ملانے سے نصاب پورا ہو جاتا ہے تو اِس مجموعہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

زکوٰۃ کب ادا کی جائے :

(۱) جب بقدرِ نصاب مال پر جو تمہاری ملک میں آیا ہے چاند کے حساب سے سال پورا ہو جائے تو زکوٰۃ ادا کر

؎ مثلاً چالیس تولے چاندی ہے اور دو ماشہ سونا جس کی قیمت دس تولہ چاندی ہوتی ہے۔ اس صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی کیونکہ دونوں کی مجموعی قیمت پچاس تولہ چاندی ہوتی ہے جو نصاب سے کم ہے۔ ہاں اگر چالیس تولہ چاندی کے ساتھ تین ماشہ سونا ہو جس کی قیمت پندرہ تولہ چاندی ہو تو زکوٰۃ فرض ہو جائے گی کیونکہ چاندی کا نصاب ۵۲ تولے ۶ ماشے ہے جو پورا ہو گیا یا مثلاً چھ تولہ سونا اور سو تولہ چاندی ہے جس کی قیمت ایک تولہ اور چھ ماشہ سونا ہوتی ہے تو سونے کا نصاب سات تولہ چھ ماشہ پورا ہو گیا۔ اس میں اختیار ہے کہ سونے کا چالیسواں حصہ یا اس کی قیمت دو، یا چھ تولہ سونے کی بھی چاندی سے قیمت لگا لو اور جو مجموعی رقم چاندی کی ہوتی ہے اُس کا چالیسواں حصہ دے دو۔

دو، دیر لگانا اچھا نہیں ہے۔

(۲) ہاں اگر بقدرِ نصاب مال کے مالک ہونے کے بعد اگر سال گزرنے سے پہلے زکٰوۃ ادا کردو تو یہ بھی جائز ہے۔

نیت :

جب زکٰوۃ کی رقم کسی کو دو یا کم از کم زکٰوۃ کی رقم علیحدہ کر کے رکھو، اُس وقت یہ نیت کرنا ضروری ہے کہ یہ مال میں زکٰوۃ میں دیتا ہوں یا زکٰوۃ کے لیے علیحدہ کرتا ہوں۔ اگر زکٰوۃ کا خیال نہیں تھا اور کسی کو روپیہ دے دیا، دینے کے بعد اُس کو زکٰوۃ کے حساب میں لگا لیا تو زکٰوۃ ادا نہ ہوگی۔ اِسی طرح کسی کو قرض دیا تھا اب اُس کو زکٰوۃ کے حساب میں لگا کر معاف کرنا چاہتے ہو تب بھی زکٰوۃ ادا نہ ہوگی اگر اداءِ قرض میں اُس کی امداد کرنی ہے تو اُس کی صورت یہ ہے کہ اُتنی رقم اُس کو زکٰوۃ کی نیت سے دے دو پھر اُس سے اپنے قرض میں یہ رقم وصول کر لو۔

کیا بتانا ضروری ہے؟ :

جس کو زکٰوۃ دی جائے اُس کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکٰوۃ کی رقم ہے بلکہ اگر زکٰوۃ کی نیت کر کے کسی غریب کو انعام کے طور پر یا کسی مفلس کے بچوں کو عیدی کے نام سے رقم دے دی جائے تب بھی زکٰوۃ ادا ہو جائے گی۔

پوری یا تھوڑی زکٰوۃ کب ساقط ہو جاتی ہے :

(۱) سال گزرنے کے بعد ابھی زکٰوۃ نہیں دی تھی کہ سارا مال ضائع ہو گیا یا سارا مال راہِ خدا میں صرف کر دیا تو اُس کی زکٰوۃ بھی ساقط ہو گئی۔

(۲) لیکن اگر سارا مال ضائع نہیں ہوا، تھوڑا مال ضائع ہوا یا تھوڑا مال خیرات کیا، باقی ہے تو جس قدر مال ضائع ہوا یا خیرات کیا اُس کی زکٰوۃ ساقط ہو گئی۔ باقی مال کی زکٰوۃ ادا کرے۔

مصارفِ زکٰوۃ

تشریح : مصارف جمع مصرف کی ہے۔ جس شخص کو زکٰوۃ دینے کی اجازت ہے اُسے مصرفِ زکٰوۃ کہتے ہیں۔ مصارفِ زکٰوۃ سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو زکٰوۃ دینا جائز ہے۔

مصارفِ زکٰوۃ کون کون ہیں؟ :

(۱) فقیر یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ تھوڑا سا مال و اسباب ہے لیکن نصاب کے برابر نہیں۔

(۲) مسکین یعنی جس شخص کے پاس کچھ بھی نہیں۔

(۳) قرض دار یعنی وہ شخص جس کے ذمہ لوگوں کا قرض ہو اور اُس کے پاس قرض سے بچا ہوا بقدرِ نصاب کوئی مال نہ ہو۔

(۴) مسافر جو حالتِ سفر میں تنگ دست رہ گیا ہو اُسے بقدرِ حاجت زکٰوۃ دے دینا جائز ہے۔

کن لوگوں کو زکٰوۃ دینا جائز نہیں :

(۱) مالدار کو یعنی اُس شخص کو زکٰوۃ دینا جائز نہیں ہے جس پر خود زکٰوۃ فرض ہے یا اُس کے پاس نصاب کے برابر قیمت کا کوئی اور مال موجود ہے اور اُس کی حاجتِ اصلیہ سے فاضل ہے۔ جیسے کسی کے پاس تانبے کے برتن روزمرہ کی ضرورت سے زائد رکھے ہوئے ہیں اور اُن کی قیمت بقدرِ نصاب ہے۔ اس پر اگرچہ ان برتنوں کی زکٰوۃ دینی واجب نہیں ہے مگر اُس کو زکٰوۃ کا مال لینا بھی حلال نہیں ہے۔

(۲) سیّد اور بنی ہاشم کو زکٰوۃ دینی جائز نہیں ہے۔ اُن کی اگر خدمت کرنی ہے تو زکٰوۃ کے علاوہ کوئی اور رقم بطورِ ہدیہ پیش کیجئے۔ آنحضرت ﷺ سے اُن کو جو خاندانی نسبت ہے اُس کے احترام کا یہی تقاضا ہے۔

تشریح : بنی ہاشم سے حضرت حارث بن عبدالمطلب، حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت عباس اور حضرت علی کی اولاد مراد ہے۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

(۳) اپنے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ جو اُن سے اُوپر کے ہوں۔

(۴) بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی وغیرہ جو اُن سے نیچے ہوں۔

(۵) خاوند اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے خاوند کو بھی زکٰوۃ نہیں دے سکتی۔

(۶) غیر مسلم

(۷) مالدار آدمی کی نابالغ اولاد۔ اِن تمام لوگوں کو زکٰوۃ دینی جائز نہیں ہے۔

کن کاموں میں زکٰوۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے :

جن کاموں میں کسی مستحق کو مالک نہ بنایا جائے، اُن میں مالِ زکٰوۃ خرچ کرنا جائز نہیں ہے جیسے میت کے گور و کفن میں لگا دینا یا میت کا قرض ادا کرنا یا مسجد کی تعمیر یا مدرسہ کی تعمیر، مسجد یا مدرسہ کا فرش، لوٹوں یا پانی یا چٹائی وغیرہ یا کتب خانہ کے لیے خرید کتب پر زکٰوۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں۔

طلبہ علوم :

ہاں ضرورت مند طالب علموں کو زکٰوۃ کا مال دینا جائز ہے اور مدرسوں کے مہتمم صاحبان کو اِس غرض سے کہ وہ

طالب علموں پر خرچ کریں، زکوۃ دینے میں مضائقہ نہیں ہے۔

زکوۃ کن کو دینا افضل ہے :

اوّل اپنے ایسے رشتہ داروں کو جن کا نفقہ خرچہ آپ کے ذمہ نہیں ہے جیسے بھائی، بہن، بھتیجے، بھتیجیاں، چچا، پھوپی، خالہ، ماموں، ساس، سُسر، داماد وغیرہ میں سے جو حاجت مند اور مستحق ہوں، انہیں دینے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔ اِن کے بعد اپنے پڑوسیوں یا اپنے شہر کے لوگوں میں سے جو زیادہ حاجت مند ہو اُسے دینا افضل ہے۔ پھر جس کے دینے میں دین کا زیادہ نفع ہو جیسے علم دین کے طالب علم۔

اداءِ زکوۃ کا طریقہ :

(۱) جس قدر زکوۃ واجب ہوئی ہے وہ مستحق لوگوں کو خاص خدا کے واسطے زکوۃ کی نیت سے دے دو اور اُسے مالک بنادو۔

(۲) مالِ زکوۃ سے فقیروں کے لیے کوئی چیز خرید کر اُن کو تقسیم کردو تو یہ بھی جائز ہے۔

(۳) کسی شخص کو اپنی طرف سے وکیل بنا کر زکوۃ کی رقم دے دو تا کہ وہ مستحق لوگوں پر خرچ کردے یہ بھی جائز ہے۔ مگر کسی خدمت یا کسی کام کی اُجرت میں زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔ البتہ عامل زکوۃ یعنی جو شخص زکوۃ وصول کرنے پر مقرر ہوتا ہے، قرآن شریف میں اُس کو بھی مستحق لوگوں میں شمار کرایا ہے لہٰذا اُس کی تنخواہ مال زکوۃ میں سے ادا کرنی جائز ہے۔

مالک مکان کب زکوۃ لے سکتا ہے، کب نہیں لے سکتا :

کسی شخص کے پاس ہزار دو ہزار روپیہ کا مکان ہے جس میں وہ رہتا ہے یا اُس کے کرایہ سے اپنی گزر کرتا ہے۔ اُس کے علاوہ اُس کے پاس کوئی مال نہیں بلکہ تنگ دست ہے، اُس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ یہ مکان اُس کی حاجتِ اصلیہ میں داخل ہے۔ البتہ جب حاجتِ اصلیہ سے کوئی مال زائد ہو اور وہ بقدرِ نصاب ہو تو اُسے زکوۃ لینی جائز نہیں۔

اداءِ زکوۃ میں غلطی :

اگر کسی کو مستحق سمجھ کر زکوۃ دے دی، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سیّد تھا یا مالدار تھا یا اپنے ماں باپ یا اولاد میں سے تھا تو زکوۃ ادا ہوگئی پھر سے زکوۃ دینی واجب نہیں ہے۔

سلسلہ نمبر۶ قسط : ۱۰

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدث کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

مہتمم اول دارالعلوم دیوبند

جناب حضرت مولانا حاجی سیّد محمد عابد صاحب

قدس اللہ سرہٗ ورفع درجاتہٗ

﴿ نظر ثانی وعنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب :

''حضرت مولانا رفیع الدین صاحب وہی بزرگ ہیں جنہوں نے خواب میں جنابِ رسالت مآب ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ نے عصاءِ مبارک سے عمارت کا نقشہ کھینچ کر بتلایا۔ چنانچہ اسی کے مطابق نودرے کی عمارت کی بنیاد کھدوا کر تعمیر کی گئی''۔ (ملخصاً از تاریخ دیوبند ص ۱۸۵ ج ۱)

تذکرۃ العابدین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کافی عرصہ اہتمام کرنے کے بعد مکہ مکرمہ ہجرت فرما گئے اور وہیں آپ کی وفات ہوئی، ان کی ہجرت ۱۳۰۶ھ میں ہوئی۔

حضرت حاجی محمد عابد صاحب '' کو اہلِ شوریٰ نے پھر مہتمم بنایا۔ اس کا اشتہار شائع کیا گیا۔ صاحبِ تذکرہ کہتے ہیں کہ ہم اس اشتہار کو بجنسہٖ نقل کرتے ہیں۔ وھو ھذا :

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمده اللّٰه الذی باسمه تتم الصالحات وتنزل للبرکات ونصلی ونسلم علی سیّد الکائنات علیه وعلی اٰله واصحابه افضل الصلٰوة واکمل التحیات .

امابعد! گزارش یہ ہے کہ جناب مولوی رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ عربی اسلامی دیوبند بعزم حج راہی مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً ہوگئے چونکہ اہتمام مدرسہ کا کارِ عظیم الشان ہے اور سبب انتظام ایک مجمع کثیر کے مختلف جزئیات پر مشتمل ہے۔ مثل انتظام اسباق ونگرانی ترقی خواندگی وخبر گیری خوراک وپوشاک طلبہ مسافر ودرستی حساب آمد وصرف مدرسہ وغیرہ اُمور چند صد طلبہ ومدرسین جن کی تفصیل متعذر ہے لہٰذا جملہ خیر خواہانِ مدرسہ کو بسبِ روانگی مولوی صاحب موصوف نہایت تشویش پیش آئی۔ناچار بجز اِس تجویز کے کوئی چارہ نہ بن پڑا کہ مجتمع ہوکر بخدمت بابرکت حضرت سیّد محمد عابد صاحب جو بانی ومجوز اول مدرسہ ہٰذا وحامی وسرپرست وسرآمد ارباب مشورہ ہیں اور اول ایک عرصہ دراز تک مہتمم مدرسہ رہے ہیں اور جب جناب موصوف الصدر حج کو تشریف لے گئے تھے اُس وقت مولوی رفیع الدین صاحب بجائے اُن کے کارِ اہتمام منسوب ہوئے تھے اور تمام زمانۂ اہتمام میں مولوی صاحب جملہ اُمور مثل جانچ وپڑتال حساب وکتاب ماہواری مدرسہ بلکہ کارہائے روزمرہ حسب ہدایت ومشورہ وشرکت جناب حاجی صاحب انجام دیتے تھے۔الغرض ابتداء اجراء مدرسہ سے اِس وقت تک جس قدر امور مدرسہ سے واقفیت حضرت جناب حاجی صاحب کو ہے اس قدر اور کسی کو نہیں ، یہاں تک کہ مولوی صاحب کو بھی نہ تھی۔ حاضر ہوکر ملتجی ہوئے کہ جناب والا پھر اس کام کو انجام دیں کیونکہ یہ مدرسہ تو آپ ہی کا ہے۔

ع اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

بحمد اللہ کہ سیّد صاحب ممدوح نے بنظر حمایت دین متین وخوشنودی رب العالمین وخرسندی رُوحِ پر فتوح حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم واٰلہ واصحابہ اجمعین اس عرض کو قبول فرمایا: جزاء اللہ تعالیٰ خیرالجزاء وشکر مساعیہ۔لہٰذا بخدمت جملہ ارباب چندہ واہلِ ہمت جو باعطائے زرو غیرہ مدرسہ کی اعانت فرماتے ہیں نیز ان بزرگوں کی جناب میں جو مدرسہ سے مراسلت فرماویں عرض ہے کہ آئندہ جملہ مکاتبت بنام نامی حضرت سیّد صاحب موصوف فرماتے رہیں ۔اور دوسرا امر واجب العرض یہ ہے کہ بملاحظہ رجسٹر چندہ واضح ہوا کہ بہت سے ارباب چندہ کی طرف بقایا سال گزشتہ

وسنین ماضیہ برابر چلی آتی ہے لہٰذا ان کی خدمت عالیات میں گزارش ہے کہ بنظر تائید دین متین وبقاو ترقی مدرسہ براہ کرم جلد بقایا ادا فرماویں تا کہ انتظام مدرسہ میں خلل نہ پڑے کیونکہ اس کارخانہ خیر کا مدار صرف اعانت وامداد اہلِ خیر پر ہے۔ ان اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین۔ المرقوم ۲۳ / جمادی الاول ۱۳۰۶ھ (مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

العبد رشید احمد گنگوہی	العبد محمد ضیاء الدین رامپوری	العبد مشتاق احمد دیوبندی
العبد ذوالفقار علی دیوبندی	العبد محمد فضل الرحمٰن دیوبندی	العبد محمد فضل حق دیوبندی

(تذکرۃ العابدین ص ۷۴ و ۷۵ ج ۱)

۱۳۰۷ ۔ ۱۳۰۸ھ حضرت شیخ الہندؒ صدر مدرسین بنادیے گئے۔

۱۳۰۹ھ کی رُوداد میں تعلیمی نتائج کی نسبت لکھا ہے کہ ۲۷ سال کی مدت میں ۲۳۴ عالم اور ۸۱ حافظ فارغ ہو چکے ہیں۔ (تاریخ دارالعلوم از ص ۱۹۲ تا ص ۲۰۱ ج ۱)

۱۳۱۰ھ میں حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کی غیر معمولی مصروفیات کی وجہ سے اہتمام میں تغیر کرنا پڑا۔ رُوداد میں لکھا ہے کہ :

"چونکہ حضرت حاجی محمد عابد صاحب مدظلہ العالی کو بوجہ ہجوم خلق اللہ جو ان کی خدمت بابرکت میں نزدیک و دُور سے جوق در جوق واسطے دعاء حل مشکلات و دفع امراض کے شبانہ روز حاضر ہوتے ہیں اور حضرت ممدوح بوجہ شفقت واخلاق حسنہ کسی کا ناکام جانا پسند نہیں فرماتے اس قدر فرصت نہیں ملتی کہ اُمور اہتمام میں زیادہ وقت صرف فرماسکیں لہٰذا حضرت ممدوح نے یہ مناسب سمجھا کہ حاجی فضل حق صاحب کو اہتمام کا کام سپرد فرمادیں اور خود ان کے کاموں کی نگرانی فرماتے رہیں اہلِ شوریٰ نے بخیال تخفیف تصدیعِ حضرت موصوف، اس کو تسلیم کیا اس لیے باتفاق اہلِ شوریٰ قرار پایا کہ حاجی فضل حق صاحب مہتمم مقرر ہوں"۔ (تاریخ دارالعلوم از ص ۱۸۶ تا ص ۲۰۲ ملخصاً)

تذکرۃ العابدین میں ہے :

"بعد اشتہار کے حضرت حاجی صاحب اہتمام مدرسہ مذکور کا کرتے رہے مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد باہم ایسے قصے اور جھگڑے پیش آئے آپ نے ہر دو کے اہتمام سے استعفاد ے دیا اور خود پیرانِ کلیر شریف بحضور مخدوم صاحب چلے گئے۔ مگر اہلِ شوریٰ نے آپ کا پیچھا نہ چھوڑا اور پہنچے اور عرض کیا کہ آپ اہتمام جس کو چاہیں سپرد کردیں مگر مدرسہ کے سرپرست رہیں اس وقت آپ

نے بمشورۂ اہلِ شوریٰ منشی فضل حق صاحب کو کہ جو مرید خاص مولوی محمد قاسم صاحب و رفیق خاص اہلِ شوریٰ تھے مہتمم کیا اور خود بھی اہلِ شوریٰ میں برائے مزید احتیاط شامل رہے"۔ (ص ۷۶ ج ۱)

تذکرۃ العابدین میں ہے :

"بعد چند روز کے آپ نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا اور ماہِ رجب میں بہت بڑے قافلہ کے ساتھ مع صاحبزادگان و پیر جی محمد انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے۔ احقر کو چھتہ کی مسجد میں رہنے کا حکم دیا۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد مسلمانان دیوبند جامع مسجد میں جمع ہوئے کہ حاجی صاحب حج کو تشریف لے گئے کچھ جامع مسجد کا انتظام کیا جاوے چنانچہ متفق الرائے یہ بات قرار پائی کہ چند شوریٰ کیے جاویں اور منشی فضل حق صاحب مہتمم کیے جاویں تا آنے حضرت حاجی صاحب۔ جب وہ آجاویں جیسا مناسب سمجھیں کریں چنانچہ اسی مضمون کی ایک تحریر لکھی گئی اور سب مسلمانوں کے اس پر دستخط ہوئے۔

بعد چند روز کے پھر مدرسہ میں جھگڑا ہوا اور وہ فساد حاجی صاحب کے تشریف لانے تک رفع نہ ہوا، آخر کار آپ قطعی مدرسہ کے کاروبار سے علیحدہ ہوگئے اور فرمایا کہ اب للّٰہیت نہ رہی بلکہ نفسانیت آگئی فقیر کو ان باتوں سے کیا غرض، پھر آپ نے اپنے ہاتھ میں مدرسہ کا انتظام نہیں لیا۔ (تذکرہ ص ۷۶ ج ۱)

شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا ہے :

"دارالعلوم میں جب داخل ہوا تو اہتمام جناب حاجی عابد حسین صاحب مرحوم کا تھا تھوڑے عرصہ کے بعد جناب منشی فضل حق صاحب مرحوم مہتمم مقرر کیے گئے اور حضرت حاجی صاحب مرحوم مذکور الصدر بمنزلہ صدر مہتمم و رکن مجلس شوریٰ اُن کے نگہبان ہوگئے"۔ (نقش حیات ص ۴۸ ج ۱)

اگر اس طرف نظر ڈالی جائے کہ حضرت حاجی محمد عابد صاحب کے دورِ اہتمام میں کون کون حضرات داخل ہوئے اور فارغ ہوئے تو نظر آئے گا کہ حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز سے حضرت اقدس مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ تک ان کے زمانہ میں فارغ یا داخل ہوئے۔ اس طرح گویا ان کا دورِ اہتمام بڑی برکات کا حامل رہا ہے۔ رحمھم اللہ جمیعا۔

دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کی رکنیت کے علاوہ تین مرتبہ اہتمام آپ کے سپرد ہوا۔

پہلی مرتبہ یوم تاسیس سے ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء تک

دوسری مرتبہ ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء سے ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۱ء تک

اور تیسری مرتبہ ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء تک

آپ کے زمانہ اہتمام کی مجموعی طور پر مدت دس سال ہوتی ہے ۔ (تاریخ دیوبند ص ۴۸۱ و تاریخ دار العلوم ص ۲۲۵ ج ۲)

۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں جب حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ اہتمام سے مستعفی ہوئے تو یکے بعد دیگرے دو مہتمم مقرر ہوئے مگر ایک ایک سال سے زیادہ اہتمام نہ کر سکے ۔ ہر سال کے تغیرات کی وجہ سے دار العلوم کے نظام میں اختلال پیدا ہونے لگا تو ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے ظلِ ہمایوں نے اہتمام کے لیے حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے صاحبزادے مولانا حافظ محمد احمد صاحب کا انتخاب فرمایا۔ آپ حضرت شیخ الہندؒ کے استاد زادے تھے اور شاگرد بھی تھے ۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے ترمذی شریف کے کچھ اسباق پڑھے اور دورۂ حدیث گنگوہ میں حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہٗ سے پڑھا۔ وہیں جلالین اور بیضاوی پڑھی ۔ ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء میں بحیثیت مدرس دار العلوم میں تقرر ہوا اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھانے کی نوبت آئی بلکہ زمانہ اہتمام میں بھی صحیح مسلم ، ابن ماجہ ، مشکوۃ ، جلالین ، مختصر المعانی ، رسالہ میر زاہد وغیرہ کتابیں نہایت شوق سے پڑھاتے رہے ۔ ۱۳۱۳ھ سے ۱۳۴۷ھ تک آپ کا دور اہتمام رہا رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (ماخوذ از تاریخ دیوبند ص ۴۸۶)

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس اختلاف کا ذکر جو مدرسہ کے بعض حضرات سے تھا کہیں کہیں تحریرات میں ملتا ہے مثلاً حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات ''اشرف السوانح'' میں تحریر ہے :

''حضرت والا بھی اتنا ادب ولحاظ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں حاجی صاحب سے مدرسہ دیوبند کے بعض حضرات کو کشیدگی ہو گئی تھی حضرت والا کا اتفاق دیوبند تشریف لے جانے کا ہوا۔ پرانے تعلقات کی بناء پر حضرت والا کے دل نے یہ گوارا نہ کیا کہ حاجی صاحب سے نہ ملا جائے ۔ ادھر اپنے حضرات اساتذہ کا لحاظ بھی ضروری تھا ۔ حضرت والا کو سخت کشاکشی پیش آئی بالآخر ہمت کر کے حضرت مولانا محمود حسنؒ سے باادب عرض کیا کہ حضرت پرانے تعلقات کی بناء پر میں جب کبھی دیوبند حاضر ہوتا ہوں حضرت حاجی سیّد محمد عابد صاحبؒ کی خدمت میں بھی ضرور حاضری دیا کرتا ہوں ۔ اب کی مرتبہ بڑی کشمکش میں مبتلا ہوں اگر حاضر نہیں ہوتا تو سخت بے مروتی اور بیوفائی سی معلوم ہوتی ہے اگر حاضر ہوتا ہوں تو ممکن ہے مدرسہ کی مصالح کے خلاف ہو۔ مولانا نے فرمایا نہیں نہیں ضرور جاؤ مصالح کے خلاف نہیں بلکہ اس میں مدرسہ کی یہ مصلحت ہے کہ ان کی مخالفت کم ہو گی'' ۔ (اشرف السوانح ص ۱۴۹)

یہ مخالفت یا ناراضگی جس قسم کی بھی تھی خفیف ہی تھی کیونکہ حضرت تھانویؒ کے تعلق یا عقیدے میں کوئی فرق نہیں

آیا تا حیاتِ حضرت حاجی صاحبؒ بلکہ بعد الوفات بھی اسی طرح قائم رہی اور تعلقات بھی۔ اشرف السوانح میں تحریر ہے :

''حضرت والا کو طالب علمی کے زمانہ میں بکثرت شرف زیارت حاصل ہوتا رہتا تھا کیونکہ اکثر حضرت والا چھتہ والی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے جہاں حاجی صاحب کا زیادہ تر قیام رہتا تھا اسی مسجد میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب [1] بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور امامت بھی فرماتے تھے مولاناؒ کی عدم موجودگی میں حاجی صاحب امامت فرماتے تھے اور اوقات کثیرہ میں بجائے خود امامت کرنے کے حضرت والا ہی سے نماز پڑھواتے۔ اس سے حضرت والا کے ساتھ حسن ظن کا اندازہ فرمالیا جائے۔

نیز حاجی صاحب کا معمول تھا کہ رمضان شریف میں افطاری کا بڑے پیمانہ پر انتظام فرماتے اور سب کو تقسیم فرماتے اور یہی معمول مکہ معظمہ کے قیام میں بھی رکھا۔ اسی زمانہ میں حضرت والا بھی مکہ معظمہ میں مقیم تھے افطار کے وقت حرم شریف میں جس جگہ حضرت والا ہوتے حاجی صاحب حضرت والا کے افطاری کا حصہ وہیں بھیجتے اس سے خصوصیت کا اندازہ فرمالیا جائے۔ (اشرف السوانح ص ۱۴۹)

نیز تحریر ہے :

''حضرت حاجی سیّد محمد عابد صاحب دیوبندی شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے مجازین خاص میں سے تھے اور عملیات میں خصوصیت کے ساتھ شہرہ آفاق تھے۔ کچھ دن مدرسۂ دیوبند کے مہتمم بھی رہے اس درجہ پابند معمولات واوقات تھے کہ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ جاننے والا ہر وقت یہ بتا سکتا ہے کہ اس وقت حاجی صاحب فلاں کام میں مشغول ہوں گے اور اگر کوئی اس وقت جا کر دیکھے تو ان کو اسی کام میں مشغول پائے۔ کبھی اس کے خلاف نہیں ہوسکتا''۔ اھ (تاریخ دیوبند ص ۲۸۰ بحوالہ اشرف السوانح ص ۱۴۹ ج ۱)

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی زیر و بم میں لکھا ہے۔

عالم کامل ، ولی ، مرد خدا   پائے او بر پائے فخر انبیا

آپ عالم کامل ولی اور مرد خدا تھے۔ آپ کا قدم فخر انبیاء (ﷺ) کے نقشِ قدم پر تھا۔

ہم جمالی ہم جلالی شان او   کان حلم و مخزن خُلق انکو

---

[1] حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ المتوفی ۱۳۰۲ھ بھی حاجی محمد عابدؒ کے ساتھ مسجد چھتہ کے حجرے میں قیام رکھتے تھے اور جب حضرت نانوتوی رحمہم اللہ دیوبند تشریف لے آئے تو انہوں نے بھی اسی مسجد کے ایک حجرے میں قیام اختیار فرمایا جیسا کہ تاریخ دیوبند میں ص ۲۹۰ پر تحریر ہے۔

آپ کی شان جمالی بھی تھی اور جلالی بھی حلم کی کان تھے اور نیک خصلتوں کا خزانہ تھے۔

نقش و تعویذش مثال نقش قدر فیض او بر خاص و عامی مثلِ بدر

آپ کا نقش و تعویذ ایسا ہوتا تھا جیسا کہ تقدیر کا لکھا۔ آپ کا فیض ہر خاص و عام پر چاند کی روشنی کی طرح عام تھا۔ (تاریخ دیوبند ص ۱۱۱)

دیوبند کے لوگوں کو آپ سے کمال درجہ عقیدت تھی۔ دیوبند کے مسلمانوں میں شاید ہی کوئی بچہ ہوگا جس کے گلے میں آپ کا تعویذ نہ ہوتا ہو۔ (تاریخ دیوبند ص ۱۱۱)

کیونکہ حاجی صاحب بڑے درجہ کے پیر بھائی تھے اس لیے حضرت والا نے حالات ہیبت کے طریان کے زمانہ میں اپنے اشکالِ باطنی کے متعلق بھی مشورہ لیا تھا جس کے جواب شافی ملنے پر حضرت والا کو اس کا اعتقاد ہوگیا کہ حاجی صاحب علاوہ عملیات میں ماہر ہونے کے شیخ محقق بھی ہیں۔ اس کا مفصل ذکر انشاء اللہ باب بیعت و استفاضۂ باطنی میں آئے گا۔ (اشرف السوانح ص ۱۴۹ و ۱۵۰، مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دہلی)

''حضرت والا کی تواضع اور صدقِ طلب بھی قابل صد ہزار آفریں ہے کہ اپنے کو بعد تکمیل بھی کبھی بزرگوں سے مستغنی نہیں سمجھا جب بھی ضرورت پیش آئی بلا ادنیٰ تامل علاوہ اپنے پیرو مرشد کے اپنے بڑے رتبہ کے پیر بھائیوں سے بھی عرض حال کرتے رہے اور مشورے لیتے رہے چنانچہ علاوہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کے حضرت حاجی سیّد محمد عابد صاحب دیوبندی سے بھی جو حضرت حاجی صاحبؒ کے خلیفۂ مجاز تھے اس حالت کو ظاہر کیا۔ سیّد صاحب نے بھی حال سن کر حضرت والا کی بہت تسلی فرمائی اور فرمایا کہ یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ خطرات قطب میں داخل نہیں ہو رہے بلکہ خارج ہو رہے ہیں جیسے اگر چور گھر کے اندر چوری کرنے کے لیے گھسے تب بھی دروازہ پر نظر آتا ہے اور گھر والوں کے جاگ پڑنے کے بعد بھاگنے لگے تب بھی دروازہ ہی سے گزرتا ہوا نظر آتا ہے اھ''۔

''اس قول کو نقل فرما کر حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ میں پہلے حاجی محمد عابد صاحب کو بزرگ تو سمجھتا تھا لیکن سچی بات یہ ہے کہ شیخ اور مربی باطن اس درجہ کا نہ سمجھتا تھا لیکن اس ارشاد کو سن کر مجھے معلوم ہوا کہ شیخ اور مربی کامل درجہ کے تھے''۔ (اشرف السوانح جلد اول باب سیز دہم ص ۱۴۸ و ص ۱۵۰)

حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ جزاء الاعمال میں تحریر فرمایا ہے :

''اس وقت بھی بفضلہٖ تعالیٰ اس قسم کے علماء بہت ہیں اور ہمیشہ رہیں گے جیسا کہ ہمارے سردار اکرم ﷺ کا وعدہ ہے لایزال طائفة من اُمتی منصورین علی الحق لایضرھم من خذلھم ، مگر ہم چند بزرگوں کا نام تبرکاً اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں تاکہ غیر مذکورین کو مذکورین پر قیاس کرسکیں اور جن کی ایسی ہی شان ہوان کی صحبت سے مستفید ہوسکیں۔

مکہ معظمہ میں حضرت سیّدی مرشدی مولانا الحاج الشیخ محمد امداد اللہ صاحب دامت برکاتہم ، گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب دامت برکاتہم ، سہارنپور میں جناب مولانا ابوالحسن صاحب مہتمم جامع مسجد سہارنپور ، دیوبند میں جناب مولانا محمود حسن صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ دیوبند ، حضرت حاجی محمد عابد صاحب مقیم مسجد چھتہ دیوبند ، انبالہ میں حضرت سائیں توکل شاہ صاحب دامت برکاتہم ۔ ایسے بزرگوں کی صحبت و خدمت جس قدر بھی میسر ہوجائے غنیمت کبریٰ و نعمتِ عظمیٰ ہے اگر ہر روز ممکن نہ ہو تو ہفتہ میں آدھ گھنٹہ ضرور التزام کرے اسکے برکات خود دیکھ لے گا۔

اس رسالہ پر نظر ثانی کے دوران حاشیہ تحریر فرمایا ہے :

افسوس اس وقت ان حضرات میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ۱۲۔ اشرف علی (جزاء الاعمال ص ۵۰ و ۵۱)

(جاری ہے)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ (جبکہ انھوں نے کعبہ کے دروازے کو پکڑا ہوا تھا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے میرے اہلِ بیت کی مثال تم میں اس طرح ہے جس طرح نوح علیہ السلام کی کشتی تھی اس میں جو سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا ہلاک ہوگیا۔ (رواہ احمد)

جامعہ مدنیہ جدید میں ختمِ مشکوۃ شریف کی پُروقار تقریب

گزشتہ تعلیمی سال سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جامعہ مدنیہ جدید میں موقوف علیہ تک تعلیم کا آغاز ہو چکا ہے اس لیے سال کے اختتام پر بروز اتوار ۲۱ ر رجب ۱۴۲۵ھ/ ۲۹ ر اگست ۲۰۰۴ء کو دن کے گیارہ بجے حدیث کی کتاب مشکوۃ شریف کے ختم کے موقع پر ایک پروقار تقریب کا انعقاد ہوا۔ آخری حدیث حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم نے پڑھائی، تقریب کی صدارت حضرت اقدس نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہم نے فرمائی اور اختتامی دعاء حضرت مولانا عبدالرشید صاحب کشمیری مدظلہم نے کرائی۔ اس موقع پر ہونے والے بیانات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

بیان حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم

عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فى قوله تعالى كنتم خير امة اخرجت للناس قال انتم تتمون سبعين امة انتم خيرها واكرمها على الله تعالىٰ رواه الترمذى وابن ماجه والدارمى وقال الترمذى هذا حديث حسن .

بھز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اُن کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن کریم کی اس آیت کنتم خیر اُمة اخرجت للناس کی تفسیر کرتے ہوئے یہ سنا کہ تم ستر اُمتوں کے خاتم ہو آپ ان کا اتمام کررہے ہیں آپ سے پہلے ستر اُمتیں گزری ہیں اور تم اُن سب میں بہتر ہو، سب سے زیادہ شرف والے ہو اللہ کے سامنے۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اُمت کو تمام اُمتوں پر شرف حاصل ہے، یہ اُمت خاتم الامم ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں یا خاتَم النبیین ہیں اسی طریقہ سے آپ کی اُمت بھی تمام اُمتوں کے لیے خاتم ہے چونکہ رسول اللہ ﷺ کو جو دین عطا کیا گیا وہ دین تمام ہے کامل اور مکمل ہے **اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت**

علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔ جب دین مکمل ہو جاتا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اب انسان کے لیے کسی اور دین کی حاجت نہیں رہی اور جب کسی اور دین کی حاجت نہیں ہوگی تو پھر مزید کسی اور وحی کی ضرورت نہیں ہوگی اور جب کسی اور وحی کی ضرورت نہیں ہوگی تو پھر کسی اور پیغمبر کی ضروت نہیں ہوگی لہٰذا جو دین آپ کو عطا کیا گیا وہ آخری، کامل اور مکمل دین ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے جہاں اس دین کے کمال کا اعلان فرمادیا ہے کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے یعنی دین ایک ہی ہے اور وہ ہے دین الٰہی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے اللہ ہی کا پیغام انسان کے پاس آتا رہا اور جتنا جتنا انسان پڑھتا رہا اُس کا استعداد بڑھتا رہا اُس استعداد کے مطابق اللہ کی طرف سے دین آتا رہا اور یہاں تک کہ جب انسان بالکل جوان ہوگیا اور اُس کا استعداد کامل ہوگیا اور اُس کا عقل تمام ہوا۔ جب انسان تمام ہوگیا اُس کا عقل مکمل ہوگیا جیسے بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ عقل کے حوالے سے انتہائی کمزور ہوتا ہے اور ابتداء میں گھر میں اُس کو ایک لفظ دوسرا لفظ تیسرا لفظ پڑھایا جاتا ہے وہ اپنے ماں کے ماحول کو سمجھتا ہے اُس کے آگے کچھ نہیں سمجھتا اور پھر رفتہ رفتہ وہ گھر کے ماحول کو جانتا ہے اور پھر عمر بڑھتی ہے تو پھر وہ محلے میں باہر آتا ہے اور پھر محلے میں اپنے پڑوسیوں کو جانتا ہے اپنے رشتہ داروں کو جانتا ہے اور پھر بالآخر جب وہ جوان ہو جاتا ہے تو اُس کی شادی کر دی جاتی ہے پھر اُس کا اپنا گھر بن جاتا ہے پھر وہ اپنا نظام خود چلا رہا ہوتا ہے، تو رسول اللہ ﷺ جب انسانیت کے پاس مبعوث ہوئے تو انسانیت بالغ ہو چکی تھی اور اپنے کامل مکمل دین اور اپنا نظامِ حیات اور اپنا لائحہ زندگی اُس کے حوالہ کر کے اُس کو چھوڑ دیا گیا کہ اب قیامت تک کے لیے آپ کا یہی دین ہوگا یہی نظام ہوگا نہ کسی نئی وحی کی ضرورت ہوگی اور نہ اُس کے بعد کوئی نئی اُمت آئے گی۔

اور ایک اللہ کا احسان بھی ہے ہم پر اِس طرح کہ پچھلی اُمتوں میں ایک اُمت کے بعد اگلی اُمت جب آتی تھی تو اُن کے عیب اُن پر ظاہر ہوتے تھے پھر اُس کے بعد اُمت آتی تھی تو اُس پر اس کے عیب ظاہر ہوتے تھے۔ اب عیب تو ہمارے اندر بھی ہیں لیکن ہمارے بعد کوئی ایسی اُمت نہیں آئے گی جو ہمارے عیبوں کا تذکرہ کرے گی۔ یہ ساری ایک ہی اُمت کہلائے گی اور قیامت تک اُمتِ مسلمہ کہلائے گی لیکن ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک کامل اور مکمل دین ہمارے حوالے کر دیا اور ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم اللہ کی آخری کتاب ہے اور قرآن کریم منبع ہدایت ہے دین اسلام راہِ ہدایت ہے راہِ حق ہے راہِ نجات ہے، جب یہ نعمت اس اُمت کو مل گئی و اتممت علیکم نعمتی تو یہ نعمت ملنے کے بعد اب یہ ذمہ داری اُمتِ مسلمہ پر آئی کہ وہ انسانیت جس کو ابھی تک پیغام نہیں پہنچا ہے وہ انسانیت جو ابھی بھٹک رہی ہے اُس انسانیت کو اس راہِ حق کی طرف بلائے یہ وہ ذمہ داری ہے اور یہ اتنی بڑی ذمہ داری ہے کہ اگر یہ اُمت اِس ذمہ داری کو پورا کرے تو یہ سبب اور وجہ بنتی ہے تمام اُمتوں پر اِس کی فوقیت کا، تمام اُمتوں کے مقابلہ میں اس کے شرف اور کرامت کا تو

کنتم خیر اُمۃ اضافت ہے صفت کی اپنے موصوف کی طرف کہ تم بہترین اُمت ہو اور اُخرجت للناس یہ اگلہ جملہ صفت بنتا ہے اُمت کی کہ جو انسانوں کی طرف بھیجے گئے ہو انسانیت کی طرف تمام لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہو، مقصد کیا ہے؟ تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر کہ بھلائی کا حکم دو گے اُن کو اور برائی سے روکو گے۔ اللہ تعالیٰ کی پوری وحی اور پھر قرآن کریم کا خلاصہ ہی امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے اور آخرت کی جزاء و سزا کا دار و مدار اِس پر ہے۔ انبیائے کرام مُبَشِّرِیْنَ اور مُنْذِرِیْنَ ہیں۔ یہ تبشیر و انذار کا جو سلسلہ ہے اور انبیاء کرام مبشرین اور منذرین ہیں تو اس کا معنٰی یہ ہے کہ جن لوگوں نے اچھی باتوں کا حکم دیا یا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کرنے کو کہا وہ کر دیا، جو چیز اللہ نے نہ کرنے کو کہا وہ نہ کیا، بری چیز سے ہاتھوں کو روکا اچھے کاموں کو کیا تو پھر اُس کے لیے پیغمبر جو ہے وہ ''مُبَشِّر'' ہے یعنی آخرت میں اُس کے اچھے بدلے کی خوشخبری دینے والا ہے، اور اگر کوئی شخص جو اللہ نے کرنے کو کہا اُسے کرتا نہیں جس سے اللہ نے روکا اُسے کرتا ہے تو پھر انبیاء ایسے لوگوں کے لیے'' منذِرین ''بُرے بدلے سے ڈرانے والے ہیں کہ آخرت میں اس کا بُرا بدلہ تمہیں ملے گا سزا ملے گی تمہیں اس چیز کی۔ تو یہ اُمت جو ہے یہ انفع ہے لوگوں کے لیے خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسُ تو اس لحاظ سے یہ اُمت خیر اُمت ہے کہ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ لِکَیْ تَنْفَعُ النَّاسُ انسانیت کو نفع پہنچائے اور وہ نفع کیا پہنچائے گا کہ معروف کا امر کرے اور منکر سے روکے۔ یہ سب سے بڑی انسانیت کی خدمت ہے اور اس بات کو ہمیں سامنے رکھنا چاہیے کہ ہمارا دین پوری انسانیت کا خیر خواہ ہے وَلْتَکُنْ مِنکُم اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ تمہارے اندر ایسی جماعت ہونی چاہیے۔

اب تمام اُمتوں کے مقابلہ میں خیر اُمت یہ اُمت محمد (ﷺ) ہے اور پھر اِس اُمت کے اندر وہ جماعت کہ جو یہ فریضہ سرانجام دے رہی ہو جو لوگ یہ فرض سرانجام دے رہے ہیں، اُن لوگوں کو پھر اِس اُمت کے اندر ایک خاص فضیلت حاصل ہے۔ اب یہ وہ لوگ ہیں جو بھلائی کی طرف بلاتے ہیں نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں۔ اب انسان کو جب آپ بھلائی کی طرف بلاتے ہیں اُدْعُوْا اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ دعوت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں تو مقصود یہ ہوتا ہے کہ انسان کو ہدایت ملے یہ راہِ حق جو اللہ نے مجھے نصیب کیا ہے یہ اس کو بھی ملے تو اِس کے پیچھے انسانیت کے ساتھ ہمدردی کے علاوہ کوئی اور دوسرا جذبہ ہو نہیں سکتا۔ لٰہذا یہ کہنا جیسے آج کل دُنیا میں یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ مسلمان بڑے تنگ نظر ہیں پھر مسلمانوں کے اندر جو مذہبی لوگ ہیں مولوی طبقہ ہے یہ بڑا تنگ نظر ہے اور اس میں شدت ہے انتہا پسندی ہے۔ اب جو لوگ قرآن کو جانتے ہیں حدیث کو جانتے ہیں جو علوم قرآن کے حامل ہیں جن کو اللہ نے یہ علم عطا کیا ہے اِس ذمہ داری سے آگاہ کیا ہے کہ آپ نے انسانیت کی بھلائی کی طرف جانا ہے اور پھر وہ لوگ اس ذمہ داری کو پورا کر رہے ہیں کہ ساری انسانیت بھلائی کی طرف آجائے اور ایک برادری بن جائے اُس کے بارے میں تاثر

دے رہے ہیں کہ یہ لوگ تنگ نظر ہیں لہٰذا ایک بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ ہمارے اعصاب کو متاثر کرنے کی کوشش میں ہیں ہمیں مرعوب کرنے کی یہ کوشش ہے۔ ہمیں پختہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ ہمارے لیے معیار کا تعین قرآنِ کریم نے کرنا ہے، مغربی ذرائع ابلاغ اِن کا پروپیگنڈہ وہ جو تاثر دُنیا میں دے رہے ہیں اُس سے ہمیں مرعوب نہیں ہونا۔

قرآن کریم میں اس خیرِ اُمت کے بارے میں ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا کہ ہم نے تمہیں ایک میانہ رو اُمت بنایا ہے لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا میانہ رو اُمت بنایا ہے تا کہ تم پوری انسانیت پر گواہ رہو اب گواہی کس بات کی ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی یہ اُمت جب اپنی اس ڈیوٹی کو سرانجام دے گی اِس فرض کو سرانجام دے گی کہ تمام انسانیت تک اُس نے اللہ کا دین پہنچا دیا اور جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس پر ایمان لایا ایسا ایمان جیسے کہ وہ مشاہدہ کر رہا ہو، خود اپنی آنکھوں سے دیکھنا یہ شاید اتنی بڑی حقیقت نہ ہو جتنا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمایا ہوا ہزار واسطوں سے بھی ہمیں پہنچے وہ جتنی بڑی حقیقت ہوتا ہے۔ لہٰذا پوری اُمت گواہی دے گی یا اللہ جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آپ کا پیغام پہنچایا تھا ہم نے وہ سارا تمام انسانیت کے سامنے پہنچا دیا ہے اور اپنا یہ فرض پورا کر دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ اُمت پر گواہ ہوں گے کہ یا اللہ جو کچھ آپ نے میرے حوالے کیا وہ ساری امانت میں نے اس اُمت کے حوالہ کر دی تو حضور ﷺ ہم پر گواہ ہوں گے اور ہم لوگ پوری انسانیت پر گواہی دیں گے حتیٰ کہ پچھلی اُمتوں کے بارے میں بھی کہ جن کو ہم نے دیکھا نہیں پہلے گزری ہیں لیکن اُن کے احوال اور ان کے سزا و جزاء کا جو معاملہ ہے اُس پر بھی ہم کہیں گے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تیرے نبیوںؑ نے یہ پیغام اُن تک پہنچایا تھا اگلے لوگوں پر بھی ہم گواہ ہوں گے۔ یہ خیرِ اُمت کی علامت ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ لیکن ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ یہ فریضہ جو ہے یہ بے صبری سے تلخی سے اور تنگ نظری سے نہیں ہوگا، میانہ روی کے ساتھ ہوگا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ رویوں میں نرمی پیدا کرو لب و لہجہ میں شائستگی ہو اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ دانائی بھی ہو اور پھر شائستہ اندازِ گفتگو بھی ہو۔ آدمی کتنا خوبصورت الفاظ استعمال کیوں نہ کرے لیکن لوگوں کے ساتھ معاملات کرنے میں اُس کے پاس عقل نہیں ہے حکمت نہیں ہے دانائی کے ساتھ معاملات نہیں نمٹاتا تو وہ اچھی گفتگو بھی بے اثر ہو جاتی ہے، اور دانائی آپ کے ساتھ جتنی اچھی ہو جتنی بھی اچھی منصوبہ بندی کیساتھ آپ بات کریں لیکن بات جو ہے وہ تلخ ہو کڑوی ہو گالم گلوچ ہو اُس میں شدت ہو، اثر نہیں کرے گی۔ اور خود رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ اگر آپ سخت گیر آدمی ہوئے دل میں آپ کے سختی آئی تو لوگ رُخ پھیر لیں گے۔ اب یہ صحابہ کرام جو پوری دُنیا میں پھیل گئے اور جہاں گئے انسانیت نے انہیں قبول کیا تو ظاہر ہے کہ نرم رویے کے ساتھ گئے ہوں گے اعتدال کے ساتھ گئے ہوں گے، ہر مرحلہ پر اُنھوں نے میانہ روی کا مظاہرہ کیا ہوگا شدت کا مظاہرہ نہیں کیا ہوگا،

حکمت کے ساتھ بات کی ہوگی شائستہ لب ولہجہ کے ساتھ بات کی ہوگی تب جا کر انسانیت نے انہیں قبول کیا۔ لہٰذا آج کے دور میں اگر ہم واقعۃً خیرِ اُمت بننا چاہتے ہیں اور خیرِ اُمت کا مظہر بننا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اس کتاب میں جو کچھ آپ کو پڑھایا گیا یہ وہی تعلیمات ہیں کہ جب یہ ہماری زندگی میں آتی ہیں اور ہم اِس کو پوری امانت کے ساتھ اور اُسی رویہ کے ساتھ دوسری انسانیت تک پہنچاتے ہیں تو یقیناً پھر یہ خیر سے خالی نہیں ہے، تو یہ خیرِ اُمت ہے جو نافع ہے تمام انسانیت کے لیے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا مصداق بنائے واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

بیان حضرت مولانا خالد محمود صاحب مدظلہم
(ناظمِ تعلیمات جامعہ مدنیہ جدید)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد !

میرے ذہن میں اِس سے پہلے بیان کے بارے میں کوئی خاکہ تو نہیں تھا بس مجھے حکم دیا گیا اس مجلس کی مناسبت سے مجلس کی مناسبت تو ظاہر تھی جس کے بارے میں آتا ہے ھٰؤُلَاءِ جلسَاءُ لَا یُشْقٰی جَلِیْسُھُمْ وَلَا یَخَابُ اَنِیْسُھُمْ کسی بیان کی محتاج نہیں۔ دوسرے اعتبار سے اِس وقت ہمارے درمیان جو دو شخصیات تھیں حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب۔ اس حوالے سے دو باتیں میرے ذہن میں آرہی تھیں کہ کسی مجلس میں اِن جیسی شخصیات کا موجود ہونا یہ مستقل ایک برکت کا باعث ہے اور حضرت شاہ صاحب کی حیثیت رُوحانی اعتبار سے مُسلّم ہے اور اِس کے ساتھ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی شخصیت دینی ہونے کے اعتبار سے بھی اور ملک کی ایک سیاسی شخصیت ہونے کے اعتبار سے بھی قابلِ قدر ہے۔ حدیث میں ایک جگہ آتا ہے کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْل تَسُوْسُھُمُ الْاَنْبِیَاءَ کہ بنی اسرائیل کے سیاسی معاملات اُن کے انبیاء انجام دیتے تھے۔ جب کوئی نبی چلا جاتا تو دوسرا نبی اُس کی جگہ لے لیتا۔ اِس اُمت کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اب کوئی نبی تو نہیں آئے گا تو علماء کے بارے میں کہا گیا کہ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ یا ایک روایت میں ہے عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تو اِن چیزوں کو ملا کر اگر دیکھا جائے تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیابت میں سیاست بھی علماء کرام کے لیے ایک بہت بڑا منصب ہے۔

اور پوری اُمت کی تاریخ میں اگر ہم فتنوں کے حوالے سے دیکھتے ہیں کہ جتنے اُمت میں فتنے اُٹھے اُن کے مقابلہ کے لیے جو علماء میدان میں آئے وہ اپنے وقت میں سیاسی منصب پر فائز تھے۔ انھوں نے اِسی میدان میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیابت کو سرانجام دیا اور انہی کی کوششوں سے اللہ تعالیٰ نے ہر فتنے کا دروازہ بند کیا فتنے کا سدباب کیا۔ جس طرح آتا ہے کہ اللہ نے ہر بیماری کے لیے دوا اُتاری ہے اللہ تعالیٰ نے ہر فتنہ کے لیے بھی کچھ خاص رجال کار

پیدا کیے تو اُس فتنہ کا توڑ انہی رجال سے ہوسکتا تھا دوسرے لوگ اُس کے مقابلہ میں اگرچہ کوششیں کرتے رہے لیکن کوئی واضح نتیجہ سامنے نہ آیا۔ پچھلی تاریخ میں ہم نہیں جاتے ، دیوبند میں مجھے مولانا سیّد وحید میاں صاحب نے بتلایا کہ ہندوستان میں یہ بات مشہور ہے کہ جس بستی کے اندر ایک مرتبہ حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ چلے گئے اُس بستی کے اندر بدعت کا وجود نہیں ہے صرف یہ کہ ایک دفعہ وہ ہوکر آگئے چاہے کوئی بیان نہیں بھی کیا کوئی عملی کام بھی نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ صرف اُن کا وجود بھی برکت کا باعث ہوتا ہے تو اِس دور میں اُمتِ مسلمہ کے لیے سب سے بڑا استعماری اور سامراجی فتنہ جو ہے، ہمارے پاکستان میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب اُس کے خلاف ایک علامت تصور کیے جاتے ہیں۔ اس لیے میرا یہ خیال ہے کہ انشاء اللہ اِن لوگوں کے بھی قدم جہاں جہاں پڑیں گے وہاں سے استعماری اور سامراجی فتنے کا جنازہ جو ہے وہ نکلے گا۔ تو اس لیے نہ صرف جنوبی ایشیاء میں بلکہ یورپ اور دوسرے ملکوں میں بھی یہ فتنہ جو ہے وہ اپنے آخری سانس لے گا اور انہی لوگوں کی برکت سے اور وجود سے اور محنتوں سے اِس فتنہ کا جنازہ بھی نکلے گا۔
واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین .

بیان حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد ! فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا وقال النبی ﷺ من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ نبی الکریم .

میرے اکابر اساتذہ میں حضرت اقدس سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ بھی ہیں، میں نے قلم پکڑنا اور اب ت ث حضرت سے سیکھا ہے۔ حضرت اقدس حضرت اُستاذ مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے زیرِ سایہ جامعہ مدنیہ میں میں نے ضرب یضرب کی گردان کی ابتداء کی اور حضرت کے قدموں میں۔ اب جو یہ باغ لگا ہے اللہ جانتا ہے یہ دونوں ہماری بزرگ ہستیاں یہ آلِ رسول ہیں۔ اور یہاں پر حاضری بس یہ آلِ رسول کو خوش کرنا اور حضور کی دُعا لینے کے لیے ہے۔ یہاں شروع میں جب سلسلہ شروع ہوا تھا، اللہ نے ہمارے اِس کام کی ترتیب کچھ ایسی رکھی ہے کہ پہلے کام پھر اُس کے بعد انتظام۔ حضرت نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں ایک دفعہ حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا بس مسجد کی چار دیواری کر کے وہاں پر بیٹھ جاؤ کام شروع کردو اللہ سارے انتظام خوبخود فرمادیں گے، تو اپنے اکابر کے ساتھ نسبت اور تعلق کی بڑی ضرورت ہے، ہمارا یہ علم کچھ نہیں ہے بس اپنے بزرگوں کے ساتھ نسبت تعلق اُن

کے قدموں میں حاضری، اُن کی دُعاؤں کا صدقہ ہے یہ سب کچھ **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء** ہمارے بزرگ فرمانے لگے یہ علم کسبی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ایک وہبی چیز ہے **ذالک فضل اللہ یؤ تیہ من یشاء** یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے اللہ پاک عطا فرمادیں یعنی آدمی اپنے اختیار سے کوئی بڑا منصب، کوئی بڑا عہدہ یا کوئی بڑا مرتبہ اور فضیلت حاصل کرنا چاہے یہ نہیں کرسکتا، اور اس کی کوشش ہوتی ہے اسباب کے درجہ میں، باقی نوازنا یہ اللہ رب ذوالجلال کے فضل اور اُن کی مہربانی سے ہوتا ہے، تو اپنے اکابر کے ساتھ اپنے بزرگوں کے ساتھ تعلق کی بڑی ضرورت ہے۔

میں حضرت کی خدمت میں ایک مرتبہ بیٹھا ہوا تھا تو کوئی صاحب کچھ بات کرنے لگے حضرت نے ایک بہت مبارک جملہ ارشاد فرمایا، فرمایا ''ہم لکیر کے فقیر ہیں'' ہمارے بزرگوں نے جو لکیر اور نقوش رقم کردیئے ہیں بس ہم اُسی پر **اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا** کہیں گے بس، اُس سے ہم آگے پیچھے نہیں ہوسکتے۔

ہمارے مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ ہوتے ہیں وہ فرمانے لگے اِس زمانہ تین دعائیں کرنی چاہئیں ایک یہ کہ یہ فتنوں کا دور ہے اللہ پاک فتنوں سے حفاظت فرمائے، دوسرے خاتمہ بالایمان نصیب فرمائے خاتمہ بالخیر عطا فرمائے اور فرمایا تیسرے یہ ہے کہ اپنے اکابر کی اندھی تقلید نصیب فرمائے۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب بھکر والے بعض لوگوں کے بارے میں فرمانے لگے کہ وہ فلاں لوگ اگر میرے سامنے دلائل بھی پیش کردیں اور مجھے کوئی جواب نہ آئے تو میں سمجھوں گا کہ میں کمزور ہوں اِس کا مطلب یہ نہیں کہ پیچھے ہمارے بزرگوں کا گودام خالی ہے، وہ بھرا ہوا ہے میں اپنے بزرگوں کے قدموں میں جا کر اُس کا جواب معلوم کرلوں گا۔ تو اپنے بزرگوں کے ساتھ نسبت اور تعلق کی بڑی ضرورت ہے۔

آخر میں بس ایک بات ہے ہمارے ہاں حسن ٹاؤن میں سیّد صدیق حسن شاہ صاحب ہوتے ہیں انھوں نے مجھے خود سنایا کہ میں کالج میں پڑھتا تھا تو کچھ مرزائی نوجوان تھے انھوں نے اپنا کوئی لٹریچر تقسیم کیا۔ میں نے مرزائیوں کا لٹریچر پڑھا تو میرے ذہن میں عجیب قسم کے شکوک وشبہات اور خیالات پیدا ہونے شروع ہوگئے تو فرمانے لگے میں بڑا پریشان ہوا تو انھوں نے جامعہ اشرفیہ میں جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں خط لکھا کہ حضرت میں نے مرزائیوں کا لٹریچر پڑھا ہے تو میرے ذہن میں عجیب قسم کے شکوک و شبہات اور خیالات پیدا ہونا شروع ہوگئے ہیں میں کیا کروں؟ تو حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے بس جواب میں ایک ہی جملہ فرمایا جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے حضرت نے جواب میں فرمایا ''تم نے سانپ پکڑنے کا طریقہ سیکھے بغیر سانپ کو پکڑنے کی کوشش کی ہے یہ ڈسے گا نہیں تو اور کیا کرے گا''۔ حضرت سیّد صدیق حسن شاہ صاحب فرمانے لگے میں نے حضرت کا یہ جملہ پڑھا میرے سارے شکوک وشبہات ختم ہوگئے۔

آخر میں یہی عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمارا یہ جو مرکز ہے اللہ اِس کے فیض کو قیامت تک جاری و ساری فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ ہمارے حضرت شیخ حضرت اقدس اس مرکز کے بانی مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اللہ اُن کی قبر کو نور سے منور فرمائے۔ یہ بات سنانے کی نہیں، بیس بائیس تیئس سال پہلے کی بات ہے میں الحمد للہ جامعہ مدنیہ میں پڑھتا تھا۔ ایک مرتبہ مجھے یاد ہے مہمان آئے تو میں مہمانوں کو چھوڑنے کے لیے حضرتؒ کی خدمت میں گیا وہاں مہمانوں کو چائے پلائی تو اللہ نے مجھے بھی وہاں پر ایک چائے کی پیالی حضرتؒ کے مبارک ہاتھوں سے پینے کی توفیق عطا فرمائی۔ اب ہمارے تصور میں بھی یہ سلسلہ نہیں تھا، اور بیس سال تک مجھے خواب میں کبھی کوئی ایسی زیارت نہیں ہوئی رُوحانی لیکن جب یہاں آیا تو یہ سلسلہ شروع ہوا تو پچھلے سال دورہ صرف کے ایام تھے تو حضرتؒ کی خواب میں زیارت ہوئی الحمد للہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ حضرت اُستاد جی (مولانا سید محمود میاں صاحب) کو بھی سنائی تھی خواب۔ اُس کے بعد جب یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہوا تو اُس کے بعد پھر دوبارہ ایک مرتبہ خواب میں زیارت ہوئی۔ حضرتؒ تعمیر کے بارے میں فرما رہے ہیں اور بالکل ایسا ہی نقشہ ہے بالکل جیسا اب ہے، مسجد کی چھت بھی پڑ گئی ہے طلباء یہاں پر نماز پڑھ رہے ہیں اور اُس وقت ذہن میں بھی نہیں تھا لیکن اللہ وہ منظر سارا اپنی آنکھوں سے دِکھا رہے ہیں۔ یہ جتنا بھی ہے یہ جیسے یہ فیض کا سلسلہ شروع ہوا تو ٹھنڈی ہوائیں وہاں پہنچ رہی ہیں اور یہ بزرگوں کی دعائیں ہیں اور یہ انشاء اللہ ہم سب کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ دین کی کوئی بھی خدمت ہو اُس کو معمولی نہ سمجھیں۔ ہمارے حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا لوگ کہتے ہیں مدارس زیادہ ہیں۔ فرمایا یہ تو مدارس کی توہین ہے مدارس کی کمی تب پوری ہوگی جب ہر گاؤں میں ایک مدرسہ ہو، اُس میں ایک مفتی شیخ الحدیث ہو۔ تو ہمارے جتنے مراکز ہیں یہ اللہ کی رحمت کا ذریعہ ہیں پہلے یہ سارا کنبہ اصحابِ صفہ کے چبوترے پر سما جاتا تھا جب یہ مہمان بڑھے تو اللہ پاک نے مہمان خانے بھی بڑھا دیئے۔ یہ سب نسبت ایک ہی ہے تو جس درجہ کا نیا تعلق ہوگا دعاؤں کے اعتبار سے، تعاون کے اعتبار سے، دینے والی تو اللہ پاک کی ذات ہے، یہ اللہ اپنے فضل سے خاص اُس کی مہربانی سے، انشاء اللہ یہ سب کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ اللہ پاک کی ذات ہم سب کو اپنی بارگاہ میں مقبول و منظور فرمالے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

صندل بابا جی؟

بابا جی عبدالمعبود کی صدائے بازگشت

خدارا تاریخ کو مسخ نہ کیجئے....... تحقیق و تفتیش سے کام لیجئے

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

دُنیا عجوبہ روزگا ہے یہاں عجیب عجیب حالات اور طرح طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، بسا اوقات انسان ایسے حالات وواقعات سے دوچار ہوتا ہے کہ عقل حیران و پریشان ہو جاتی ہے اور آدمی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جو کچھ دیکھ رہا ہوں وہ حقیقت ہے یا خواب؟ ہم قارئین کی توجہ ماضی قریب میں پیش آنے والے ایک واقعہ کی طرف کرانا چاہتے ہیں جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے حیرت انگیز بھی ہے اور تعجب خیز بھی، ہمارے بہت سے بزرگ الحمدللہ بقیدِ حیات ہیں جنہیں یہ واقعہ بخوبی یاد ہے اور وہ اِسے ایسے بیان کرتے ہیں جیسے یہ کل کا واقعہ ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے ایک بزرگ حضرت حاجی محمود صاحبؒ جو سیدھے سادھے اور ذاکر و شاغل انسان تھے، تسبیح ہر وقت ہاتھ میں اور لب پر ذکر جاری رہتا تھا، بانسانوالہ بازار میں ''بان'' کا کاروبار کیا کرتے تھے اور ساتھ ہی اسٹیشن سے باہر ہوٹلوں میں چارپائیاں کرایہ پر دیتے تھے آپ کا معمول تھا کہ روزانہ عصر کی نماز کے بعد کرایہ وصول کرنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ کرایہ وصول کرنے گئے تو بازار میں واقع ''قادری ہوٹل'' کے اندر تشریف لے گئے وہاں ایک بابا جی جو سفید ریش، سروقد، ہاتھ میں تسبیح لیے بیٹھے تھے اُن سے حاجی محمود صاحبؒ کی ملاقات ہوگئی علیک سلیک کے بعد طریقت کی باتیں چھڑیں تو بابا جی نے یہ جان کر کہ یہ ہماری لائن کے آدمی ہیں خود ہی اپنا تعارف کروایا کہ میرا نام عبدالمعبود ہے، ڈیڑھ سو سال میری عمر ہے اور میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا خلیفہ ہوں، حاجی محمود صاحبؒ کے لیے یہ انکشاف حیران کن تھا وہ اپنی سادگی کی وجہ سے بابا جی سے بہت متاثر ہوئے اور اُنہوں نے اپنے حلقہ کے علماء ومشائخ میں بابا جی کا تذکرہ کیا، شدہ شدہ بابا جی کی شہرت لاہور سے کراچی اور کراچی سے ہندوستان تک جا پہنچی [۱]۔ لوگ بابا جی کی طرف رجوع کرنے لگے، بعض علماء بابا جی سے بیعت ہو کر اُن کے مجاز بھی بن گئے، جوں جوں بابا جی کی شہرت ہونے لگی بابا جی اپنا قد کاٹھ بڑھانے لگے، کبھی کہتے میں نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں حصہ لیا ہے کبھی ارشاد ہوتا کہ میں شاملی کے میدان

---

[۱] بابا جی کی شہرت کا زیادہ سبب وہ انٹرویو بنا جو ہفت روزہ چٹان میں شائع ہوا تھا۔

میں حاجی امداد اللہ صاحب ؒ کے ساتھ تھا، اکابر علماء دیوبند کی بات چل نکلتی تو وہ اُن کا تذکرہ ایسے انداز سے کرتے جیسے وہ اُن کے سامنے کل کے بچے ہوں اور ان کی کوئی حیثیت نہ ہو، حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی رحمہما اللہ کا نام لیتے تو مولوی قاسم اور مولوی رشید کہتے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے بارہ میں کہتے کہ میں مولوی محمود کو مولوی احمد رضا خان کے پاس صلح کے لیے لے گیا تھا میں نے مولوی محمود کو باہر بٹھادیا اور خود اندر جا کر مولوی احمد رضا خان سے بات کی پَر وہ نہیں مانے۔

ایک دفعہ یہ گوہر فشانی کی کہ مولوی اشرف علی کے مرید نے جو خواب میں ''لاالٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ'' پڑھنے کے متعلق خط لکھا تھا وہ خط جب مولوی اشرف علی کے پاس پہنچا تو میں وہیں تھا میری نگاہ تیز تھی میں نے دور سے وہ خط پڑھ لیا اور مولوی اشرف علی سے کہا اس سے کہو کہ توبہ کرے اُنہوں نے اُس کو توبہ کی تلقین نہیں کی اس لیے اُن کے خلاف طوفان برپا ہو گیا۔ [1]

باباجی کا یہ عامیانہ بلکہ یوں کہیے سوقیانہ انداز علماء محتاطین کو اُن کے بارہ میں شک وشبہ میں ڈالتا تھا، کچھ باتیں باباجی نے ایسی کہیں کہ ان کے بارہ میں کئے جانے والے شکوک وشبہات پختہ ہونے لگے مثلاً ایک دفعہ حضرت مولانا عبدالمنان دہلویؒ نے ایک مجلس میں باباجی سے کہا کہ باباجی آپ کا کہنا ہے کہ آپ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ ہیں لیکن حضرت حاجی صاحبؒ کے خلفاء کی فہرست میں تو آپ کا نام نہیں ملتا؟ اس پر باباجی نے جو مضحکہ خیز جواب دیا وہ سننے کے قابل ہے، فرمایا: ''کیا قرآن میں تمام نبیوں کے نام ملتے ہیں؟'' مطلب یہ تھا کہ قرآن میں سب نبیوں کے نام نہ ہونے سے اگر کوئی فرق نہیں پڑتا تو حاجی صاحبؒ کے خلفاء کی فہرست میں میرا نام نہ ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لاحولہ ولاقوۃ الا باللہ۔

باباجی رنگین مزاج آدمی تھے مجلس کے سنگ چلتے تھے جیسی مجلس دیکھتے ویسی بات کرتے تھے، ایک بار ایک مجلس میں یوں گویا ہوئے کہ ''جس جہاز میں اسیرانِ مالٹا رہا ہو کر آرہے تھے میں بھی اُس جہاز میں تھا'' بعض علماء نے باباجی کی یہ بڑ سنی تو حضرت مولانا عزیر گل صاحب رحمہ اللہ کو خط لکھ کر استفسار کیا جواباً آپ نے تحریر فرمایا کہ ''ہم نے نہ کبھی اس کا نام سنا تھا، بجز پاکستان کے، اور نہ کبھی دیکھا'' باباجی کی اِن باتوں نے اُن کو انتہائی مشکوک ومشتبہ بنادیا تھا اور ایسے محسوس ہونے لگا تھا کہ باباجی شعبدہ باز ہیں اور سادہ لوح عوام کو شعبدہ بازی سے اپنا معتقد بنا رہے ہیں۔

---

[1] باباجی نے حضرت تھانویؒ کے بارہ میں اس کہانی کے بیان کرنے میں غلط بیانی سے کام لیا ہے اس لیے کہ یہ خواب دیکھنے والے حضرت تھانویؒ کے مرید نہیں ایک معتقد تھے دوسرے حضرت تھانویؒ نے جو خواب کی تعبیر دی تھی وہ فنِ تعبیر کے مطابق صحیح تھی، باباجی فن تعبیر سے واقف نہیں تھے اس لیے یہ غلط مشورہ دیا۔

باباجی کی اصل حقیقت ؟ :

ہمارے اکثر علماء ومشائخ جن کا ذہن پہلے ہی سے باباجی کو قبول نہیں کرتا تھا وہ باباجی کی اِن مذبوحی حرکات سے اور زیادہ بدظن ہوگئے اور اُنہیں اس بات کی جستجو رہنے لگی کہ کسی طرح باباجی کا کھوج لگایا جائے اور معلوم کیا جائے کہ اُن کی اصل حقیقت کیا ہے اور اُن کے عزائم کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند، حضرت قاری طیب صاحبؒ کی خدمت میں خط لکھا گیا، حضرت قاری صاحبؒ نے جواباً تحریر فرمایا :

''مولانا عبدالمعبود صاحب کے بارہ میں جتنا علم آپ کو ہے اُتنا ہی مجھے بھی ہے جو مسموعات پر مبنی ہے خود اپنی کوئی تحقیق نہیں، نیز اکابر واسلاف کی زبان سے نہ کسی سے یہ نام سننے میں آیا اور نہ ہی یہ کہ اس نام کے کوئی صاحب حضرت گنگوہیؒ وحضرت نانوتویؒ کے ساتھی ہیں اور نہ ہی آج تک یہ سننے یا دیکھنے میں آیا کہ دارالعلوم کے کسی فاضل نے اُن سے کسب فیض کیا اگر ایسا ہوتا تو کوئی فاضل تو اپنا حال ذکر کرتا اور کبھی تو اس اہم خبر کا چرچا ہوتا، اس لیے اس قسم کے امور تو میرے خیال میں فرضی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں معلوم ہوتی الخ'' [1]

ایک خط حضرت مفتی زین العابدین صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی لکھا گیا، اُس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا :

''جواباً عرض ہے کہ ہمارا بحری جہاز ۲۳راپریل ۱۹۶۱ء مطابق ۷رذی قعدہ ۱۳۸۰ھ بروز اتوار شام کو کراچی سے برائے جدہ روانہ ہوا، دوسرے دن خبر ملی کہ جہاز میں ایک ایسے بزرگ ہیں۔ ۲۷راپریل جمعرات کو امیرالحجاج کی وساطت سے ان کا پاسپورٹ منگوایا اور اُس پر جو کچھ لکھا ہوا تھا اُسے اپنی اُسی سال کی ڈائری کی اُسی تاریخ میں درج کردیا تھا اور وہ یہ تھا۔

''سیّد عبدالمعبود ولد عبدالودود معرفت حاجی بدف لیر سٹہ بہاولپور۔ ٹکٹ نمبر ۱۲۵۱ راشن ٹکٹ نمبر ۳۴۰۴ عمر ۶۵ سال'' [2]

اس موقع پر ہم اصل خطوط کا عکس پیش کیے دیتے ہیں تاکہ یہ خطوط تاریخ میں محفوظ ہوجائیں :

---

[1] خط حضرت قاری طیب صاحبؒ محررہ ۲۶ربیع الاول ۱۳۹۱ھ [2] خط حضرت مفتی زین العابدین صاحبؒ محررہ ۱۳جون ۱۹۷۱ء

۷۸۶

حضرت الحاج زید مجدکم

سلام مسنون۔ یاد فرمودی ۔ مولانا عبد المعبود صاحب کے بارہ میں

ضمناً [illegible] دوستوں کی [illegible] میں [illegible]

خود انہی کی تحقیق میں [illegible]

زبان سے نہ کبھی [illegible] سننے میں آیا [illegible]

کو [illegible] حضرت [illegible]

روزنامہ [illegible] دیکھنے میں آیا [illegible]

کسی کا فضل [illegible] کیا [illegible] تو [illegible]

ناقابل [illegible] رہا [illegible]

چھپا ہوتا ہے ۔ [illegible]

فرض ہے [illegible] کی [illegible]

مولانا کی شخصیت کا [illegible]

ان چند سال کے اخبارات تو [illegible]

باسمہ

مکرمی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

جواباً عرض ہے کہ ہمارا بحری جہاز ۲۳ اپریل ۱۹۶۱ء
مطابق ۷ ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ بروز اتوار شام کو کراچی
سے برائے جدہ روانہ ہوا۔ دوسرے دن خبر ملی کہ
جہاز میں ایک بزرگ ہیں۔ ۲۷ اپریل جمعرات کو
امیر الحجاج کی وساطت سے ان کا پاسپورٹ منگوایا
اور اس پر جو کچھ لکھا ہوا تھا وہ اپنی استعمال کی ڈائری
کی اسی تاریخ میں درج کر دیا تھا اور وہ یہ تھا
سید عبد المعبود ولد عبد الودود معرفت حاجی بدر
لیدر سٹور بہاولپور۔ ٹکٹ نمبر 1251
راشن ٹکٹ نمبر ۳۵۰ عمر ۶۵ سال۔ فقط

مخلص
[illegible]
۱۳ جون ۱۹۷۱ء

اِن خطوط سے یہ بات واضح ہوگئی کہ باباجی اپنے دعووں میں جھوٹے ہیں ان کا حضرت حاجی صاحبؒ کا خلیفہ ہونا تو دُور رہا اُنہوں نے حضرت حاجی صاحبؒ کو دیکھا بھی نہیں نہ اُن کا حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ سے کوئی واسطہ رہا اور نہ ہی وہ کسی جہاد میں شریک ہوئے۔

انہی دنوں ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت قاری احمد دین صاحب زیدمجدھم کے پاس کچھ پرانی کتابیں آئیں ان کتابوں میں ایک مجموعہ ایسا نکلا جس میں ایک کتاب بنام ''باغِ قاب ِقوسین المعروف بہ سفرنامہ حرمین الشریفین'' تھی اور ایک رسالہ تھا جس کا نام ''سیف القادریة علی اعناق الفرقة النجدیة الوهابیة'' تھا۔ یہ رسالہ باباجی عبدالمعبود کا تصنیف کردہ تھا اس کے صفحہ اول پر اُن کا نام اور پتہ درج تھا۔ اس رسالہ کی بازیافت سے باباجی کا بھانڈہ پھوٹ گیا، ان کی جعلسازی کی حقیقت کھل گئی اور بخوبی معلوم ہوگیا کہ باباجی عبدالمعبود بہت بڑے وَضّاع قسم کے آدمی ہیں اُن کا حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ علیہ اور اُن کی جماعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے بلکہ یہ اُن کے مُعانِد و مخالف ہیں۔ اور اُن کی جماعت میں پھوٹ ڈالنے اور آپس میں دست و گریباں کرنے کے لیے یہ مکروہ کردار ادا کر رہے ہیں۔ باباجی کے بقول وہ ہنزہ کے کسی علاقہ کے رہنے والے تھے [۱] پھرتے پھراتے لاہور آئے کوچہ ڈوگراں چوک متی میں نیویں مسجد کے خطیب ہوگئے، اس مسجد کو اُنہوں نے علماءِ حق کے خلاف تحریک کا مرکز بنالیا۔ اُن کی زیرِ زمین تحریک کا ایک حصہ یہ کردار بھی تھا جو قارئین کے سامنے پیش کیا گیا اس گھناؤنے کردار کے پس پردہ جو عزائم تھے وہ خطرناک تھے، اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اس نے بروقت اہلِ حق کی جماعت کو ایک بڑے فتنہ سے بچالیا، اُوپر جس کتاب اور رسالہ کا تذکرہ ہوا ان میں سے باغِ قاب ِقوسین، سفرِ حج کی روداد ہے جو قاضی محمد عرفان الدین بٹ خیلی (باباجی کے دوست) نے مرتب کی ہے اس روداد میں ایک مضمون اس عنوان سے دیا گیا ہے ''بیان آغاز فرقہ باغیہ وہابیہ نجدیہ سوّد اللہ وجھہ فی الدارین'' یہ مضمون باباجی عبدالمعبود کا تحریر کردہ ہے اس مضمون میں باباجی نے عبدالوھاب نجدی کی شدید مخالفت کی ہے۔ حضرت علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارہ میں جو کلمات لکھے ہیں کلیجہ تھام کر پڑھ لیجیے باباجی لکھتے ہیں ''واین نطفۂ ناتحقیق مردود ملعون تقی الدین کافر دریں باب کافیست شرم باید حیا باید۔ اند کے فہم وزکا شاید'' [۲] (اور یہ نطفۂ ناتحقیق مردود ملعون تقی الدین (ابن تیمیہ) کا فر اس باب میں ان کے نزدیک کافی ہے، شرم وحیا کرنی چاہیے اور کچھ سمجھ وعقل سے کام لینا چاہیے)۔

کسی سے اختلاف کرنا کوئی معیوب نہیں لیکن اس کے خلاف اس طرح کی بازاری زبان استعمال کرنا اہلِ علم کی

---

[۱] باباجی سے جب لوگ پوچھتے کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں تو بتلاتے کہ میں ہنزہ کا رہنے والا ہوں جب لوگ کہتے کہ اپنا ایڈریس دیں ہم وہاں جائیں گے تو کہتے کہ میں اس سے بھی آگے کا رہنے والا ہوں۔ کسی کو صحیح پتہ نہیں بتلاتے تھے۔ کسی کو کچھ کہتے تھے اور کسی کو کچھ۔

[۲] (باغِ قاب ِقوسین ص ۱۳)

شان کو زیب نہیں دیتا۔ یاد رہے کہ اس کتاب کے آخر میں مولانا ابوالبرکات سیّد احمد بریلوی ابن مولانا سید دلدار علی شاہ صاحب بریلوی کی تقریظ بھی درج ہے جس میں انہوں نے پرزور الفاظ میں کتاب کی تائید و تصدیق کی ہے۔

رسالہ سیف القادریۃ میں باباجی نے ''مختصر بیان عقائد کفریہ و باطلہ فرقہ نجدیہ وہابیہ'' کی شہ سرخی کے ساتھ بزعم خویش فرقۂ وہابیہ کے کفریہ عقائد بیان کیے ہیں جو انہوں نے دیگر کتب کے ساتھ ساتھ تقویۃ الایمان، براہین قاطعہ اور فیض الباری سے لیے ہیں۔ اس رسالہ کے آخر میں باباجی نے التماس کے عنوان سے عوام الناس سے اپیل کی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کے سامنے اس کا عکس پیش کردیا جائے تاکہ اُنھیں علیٰ وجہ البصیرت معلوم ہو کہ باباجی عبدالمعبود کیا تھے اور اُن کا کن لوگوں سے تعلق تھا اور اُن کے کیا عزائم تھے۔

۱۶

اِلتماس

برائے افادہ و اطلاع جملہ مسلمانانِ احناف عرض کیا جاتا ہے۔ کہ نیویں مسجد واقع کوچہ فقیر گراں چوک متی لاہور عرصہ دراز سے زیر اثر وہابیاں رہی ہے۔ سالہا سال سے وہابی امام مسجد ھذا میں سکونت پذیر ہو کر جبراً و سراً وہابیہ عقائد کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ چونکہ باشندگان احناف اکثر ناخواندہ ہیں۔ اور چند سر کردہ اشخاص محلہ ہذا وہابی اماموں کے ہم عقیدہ تھے۔ لہٰذا یہ سب انکی تائید و تقلید کرتے رہے ہیں لیکن خداوند تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ جب سے یہ فقیر برائے خدمت دین متین مسجد مذکور میں پیش امام مقرر ہوا ہے۔ اور لوگوں میں حق مذہب کی اشاعت کا کام شروع کیا ہے۔ جملہ ناخواندہ مسلمانوں کو یقین کامل ہو گیا ہے۔ کہ یہ فرقہ وہابیہ نجدیہ کذابیہ بفتویٰ جمیع علمائے احناف خارج از مذہب حقہ یعنی اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔ اور انہوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کرلیا ہے۔ کہ چونکہ یہ مسجد حنفیوں کی ہے اس لئے کوئی بدعقیدہ شخص مسجد مذکور میں قدم نہ رکھے۔ چنانچہ اس وقت مسجد بدعقیدہ اشخاص سے بالکل پاک و بری ہے۔ اور کوئی شخص نجدی عقائد والا وہابی داخل ہونے کی جرأت نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ محلہ میں بھی جو وہابی سکونت پذیر ہیں۔ باتفاق مسلمانان احناف محلہ ھذا ان کو مسجد میں آنے سے روکا گیا ہے۔

جملہ برادران احناف کی خدمت میں التماس ہے کہ اسی طرح وہ بھی اپنی مساجد کی حفاظت کریں اور پلید ہستیوں سے پاک و منزہ مساجد کو مبرا و محفوظ رکھیں۔ تاکہ ان کے حنفی برادران انکے بدعقیدوں سے بچ جائیں اور آپ ثواب دارین حاصل کریں۔

والسّلام علیٰ من اتّبع الھدیٰ

کتبہ السید محمد عبدالمعبود پیش امام و خطیب نیویں مسجد چوک متی لاہور

پرکاش سٹیم پریس لاہور میں باہتمام سید محمد عبدالمعبود پرنٹر کے چھپا

جب باباجی کا یہ کردار لوگوں کے سامنے آیا جس سے اُنھیں اچھی خاصی خفت اُٹھانی پڑی تو کچھ عرصہ بعد وہ اسلام آباد چلے گئے اور وہیں ۱۹۸۵ء میں اُن کا انتقال ہو گیا۔

قارئین محترم : باباجی عبدالمعبود کی یہ ساری کارروائی جو آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے ہمارے لیے کوئی اچھنبے کی چیز نہیں ہے۔ تاریخ میں ایسے بہت سے افراد ملتے ہیں جنہوں نے پارسائی کا لبادہ اوڑھ کر اُمت کو گمراہ کیا ہے، اس ساری تفصیل کے ذکر سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ آج کل ایک اور باباجی منظرِ عام پر لائے گئے ہیں جو "صندل باباجی" کے نام سے مشہور ہیں اور طویل العمر بتلائے جاتے ہیں اُنھیں باباجی عبدالمعبود کے تناظر میں دیکھا جائے اور جلد بازی کے بجائے تحقیق و تفتیش سے کام لیا جائے۔

صندل باباجی :

صندل باباجی صوبۂ سرحد کے ضلع دیر کے علاقہ تیمرگرہ کے رہنے والے ہیں ایک سو چوبیس برس اُن کی عمر بتلائی جاتی ہے۔ وہ اس سال ایک دم منظرِ عام پر لائے گئے ہیں اِس سے پہلے اُن کے بارہ میں کسی کو کچھ معلوم نہ تھا، چند ماہ پیشتر وہ کراچی تشریف لے گئے وہاں کے علماء سے ملاقات کی اور حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کو خلافت سے بھی نوازا، گزشتہ ماہ آپ پنجاب کے دورہ پر تھے اور مختلف شہروں میں تشریف لے گئے تھے۔

حال ہی میں کراچی سے شائع ہونے والے ایک کثیر الاشاعت رسالہ "راہِ وفا" میں تفصیل کے ساتھ صندل باباجی اور ان کے مشائخ کے حالات دیئے گئے ہیں ہم اسی رسالے کی روشنی میں حالات کا تجزیہ کریں گے کیونکہ شنید ہے کہ صندل باباجی نے "راہِ وفا" میں پیش کیئے گئے حالات و واقعات کی تصدیق کی ہے۔

راہِ وفا ص ۵۷ پر "اساتذۂ کرام" کی سرخی کے تحت لکھا گیا ہے :

> "حضرت صندل باباجی مدظلہ العالی کو اللہ تعالیٰ نے علمی لحاظ سے بہت بلند سند عطا فرمائی، آپ نے اپنی نوجوانی کے دور میں ابوحنیفۂ وقت فقیہ ملت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (یکے از بانیانِ دارالعلوم دیوبند) سے ۱۳۱۸ ہجری سے لے کر ۱۳۲۲ ہجری تک علمی استفادہ فرمایا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۱۳۲۳ھ میں ہوا"۔

صندل باباجی کے علمی استفادہ کے بارہ میں جو لکھا گیا ہے اس پر سوال یہ ہے کہ علمی استفادہ سے کیا مراد ہے؟ آیا اس سے مراد دورۂ حدیث شریف پڑھنا ہے، جیسا کہ مشہور ہے کہ باباجی نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے دوبار دورۂ حدیث شریف پڑھا ہے تو یہ بات تاریخی لحاظ سے غلط ہے اس لیے کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے آخری بار دورۂ حدیث

شریف ۱۳۱۳ ہجری میں پڑھایا ہے چنانچہ حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

''الغرض امام ربانی قُدِّس سرہٗ کا درس اُس سال تک برابر جاری رہا جس سال میں آپ کی بصارت ضعیف ہوئی اور نزولِ آب نے آپ کو ظاہری بینائی سے معذور بنادیا، ہجری ۱۳۱۳ اور عیسوی ۱۸۹۵ وہ سال ہے جس میں تدریس حدیث کا آخری دور تھا۔ اُسی جماعت میں جناب مولانا محمد یحیٰی صاحب کاندھلوی شریک تھے، یہ دورہ بینائی کے آہستہ آہستہ کمزور ہونے کے زمانہ میں بھی قائم رہا بلکہ جلدی جلدی ہوا کہ کسی طرح ختم ہوجائے آخر اثناء سال ہی میں نزلہ کے پانی نے آنکھوں کی پتلی کو گھیر لیا اور حضرت امام ربانی ظاہری تعلقات سے سبکدوش ہوکر اب بالکلیہ اصلاح باطن اور تربیتِ محضہ میں مشغول ہوگئے''۔[1]

اس سے ثابت ہوا کہ باباجی کے بارہ میں یہ کہنا کہ اُنہوں نے حضرت گنگوہیؒ سے دورۂ حدیث شریف پڑھا ہے تاریخی طور پر غلط ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے پاس دورۂ حدیث شریف پڑھنے کے لیے دور دراز سے آنے والے حضرات باقاعدہ سند لے کر جایا کرتے تھے اس حوالے سے باباجی کے پاس بھی سند ہونی چاہیے لیکن باباجی کے پاس سند معلوم نہیں ہوتی ورنہ وہ اُسے ضرور پیش کرتے۔

تیسرے یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جب باباجی سے دورۂ حدیث پڑھنے کے بارہ میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس بارہ میں مجھ سے کیوں سوال کیا جاتا ہے، کیا میں کسی کے بارہ میں پوچھتا ہوں۔ اگر باباجی نے حضرت گنگوہیؒ سے دورۂ حدیث شریف پڑھا ہوتا تو وہ فخر کے ساتھ اُسے ذکر کرتے ناراض نہ ہوتے۔ اُن کا اس سوال پر برافروختہ ہونا بتلا رہا ہے کہ انہوں نے حضرت گنگوہیؒ سے دورۂ حدیث شریف نہیں پڑھا۔

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث باب العلوم کہروڑ پکا ضلع ملتان نے ایک مجلس میں باباجی سے اس سلسلہ میں استفسار کیا تو باباجی ناراض ہوگئے اور جواب نہیں دیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ پاس ہی اُن کے (باباجی) کے صاحبزادے تھے اُنہوں نے بتلایا کہ اباجی نے حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتویؒ سے حدیث شریف پڑھی ہے، صاحبزادہ صاحب کی اس بات سے رسالہ ''راہِ وفا'' میں درج استفادہ کے اس پہلو کی ازخود تردید ہوجاتی ہے ہم بھی صاحبزادہ صاحب کی اِس بات پر صاد کرتے ہیں۔

اور اگر ''راہِ وفا'' میں علمی استفادہ سے مراد حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں جانا، اُن کی صحبت میں بیٹھنا

---

[1] تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۰۰

اور علمی استفسارات کرنا ہے تو یہ بھی محلِ نظر ہے اولاً تو اس لیے کہ یہ باباجی کی نوعمری کا زمانہ بنتا ہے جس میں اس قدر دُور دراز اور دشوار گزار راستوں کو طے کر کے گنگوہ جانا ناممکن نہ سہی مشکل ضرور معلوم ہوتا ہے۔

ثانیاً اس لیے کہ جو زمانہ باباجی کے استفادہ کا بتلایا گیا ہے اس زمانہ میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں اکابر علماء و مشائخ مثلاً حضرت شیخ الہند، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن، حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمہم اللہ وغیرہم تشریف لایا کرتے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی کسی جگہ صندل باباجی کا تذکرہ نہیں کرتا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے آپ بیتی میں سینکڑوں علماء و مشائخ کا تذکرہ کیا ہے لیکن صندل باباجی کا کسی مقام پر کوئی ذکر تو کجا اشارہ بھی نہیں کیا۔

یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ صندل باباجی کے پڑوس میں تحریک آزادی کے مجاہد اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گل صاحب رحمہ اللہ سالہا سال رہتے رہے ہیں لیکن اُنہوں نے کبھی اپنے پڑوس میں رہنے والے باباجی کا تذکرہ نہیں کیا، نہ ہی صندل باباجی کے اُن کے پاس جانے کا کوئی ذکر ملتا ہے۔ اگر کوئی عام آدمی ہوتو کہا جاسکتا ہے کہ اس کی طرف توجہ نہیں ہوئی لیکن جو شخص حضرت گنگوہیؒ کا فیض یافتہ اور اس قدر معمر بتلایا جائے اس کا مخفی رہ جانا عجیب نظر آتا ہے۔

نیز یہ بات بھی سوچنے کے قابل ہے کہ باباجی کے دو صاحبزادے دارالعلوم حقانیہ کے فاضل ہیں لیکن دارالعلوم حقانیہ میں اس بات کا تذکرہ کبھی سننے میں نہیں آیا کہ یہاں حضرت گنگوہیؒ کے فیض یافتہ بزرگ کے صاحبزادے پڑھتے ہیں آخر ایسا کیوں ہے؟

یہ امر بھی لائقِ توجہ ہے کہ صندل باباجی کے گاؤں سے ہو کر آنے والے بہت سے حضرات اس بات کے شاہد ہیں کہ وہاں آس پاس کے لوگ باباجی کو اس حوالے سے قطعاً نہیں جانتے کہ وہ حضرت گنگوہیؒ کے فیض یافتہ ہیں۔

اس بات پر بھی غور کر لیا جائے کہ باباجی کو صحیح طرح بے تکلف اُردو بولنی نہیں آتی۔ اگر صندل باباجی کا اتنے عرصہ حضرت گنگوہیؒ کے پاس استفادہ کے لیے وہاں کسی مقام پر ٹھہرنا ہوتا تو ناممکن تھا کہ باباجی کو صحیح طرح اُردو بولنے پر قدرت نہ ہوتی۔

ان تمام شواہد سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ باباجی نے نہ حضرت گنگوہیؒ سے دورۂ حدیث شریف پڑھا نہ اُن سے علمی استفسادہ کیا نہ وہ اُن کی خدمت میں رہے۔ ہمیں اس بات پر تعجب ہے کہ آخر ان تمام شواہد سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ''راہِ وفا'' والوں کا باباجی کو حضرت گنگوہیؒ کا فیض یافتہ قرار دینے اور اسے شہرت دینے میں آخر کونسی حکمت کارفرما ہے؟

صندل باباجی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کے درمیان واسطے؟

''راہِ وفا'' ص ۵۷ پر درج ہے :

''کیا اس زمانہ میں سلسلہ قادریہ کا ایسا شیخ موجود ہے جس کے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان صرف گیارہ واسطے ہیں''۔

اسی رسالہ کے صفحہ ۲۱ پر شجرہ طریقت کے عنوان سے وہ واسطے ذکر کیے گئے ہیں تاریخی حوالے سے یہ دعوٰی بھی غلط ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ صحیح شجرۂ طریقت کے مطابق صندل باباجی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے درمیان اکیس واسطے بنتے ہیں جو درج ذیل ہیں :

(۱) شیخ ولی احمد المعروف سنڈاکے باباجی (۲) مولانا نجم الدین العمروف ہڈہ ملا (۳) حضرت شیخ عبدالغفور اخوند صاحبِ سوات (۴) شیخ محمد شعیب تورڈھیری (۵) شیخ حافظ محمد عمرزئی (۶) شیخ محمد صدیق بشنواڑی (۷) شیخ محمد جنید پشاوری (۸) شیخ سید محمد معصوم (۹) شیخ حاجی سید (۱۰) شیخ خیراللہ (۱۱) شیخ غیاث الدین (۱۲) شیخ عبدالرزاق (۱۳) سید زین الدین (۱۴) سید مستان (۱۵) شیخ یٰسین (۱۶) سید جلال (۱۷) شیخ بہاؤ الدین (۱۸) شیخ سید جلال ثانی (۱۹) شیخ عبداللہ (۲۰) شیخ احمد ملتانی (۲۱) شیخ احمد مستان (۲۲) سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ [۱]

''راہِ وفا'' میں دیئے گئے شجرہ میں شیخ جنید پشاوریؒ کے بعد شیخ احمد ملتانی ؒ کا نام دیا گیا ہے اس طرح درمیان سے گیارہ واسطے حذف کردیئے گئے ہیں ایسا کیوں کیا گیا ہے، اصل حقیقت تو ایسا کرنے والوں کو معلوم ہوگی ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ کام اس لیے کیا گیا ہے تاکہ اچنبھا پیدا کیا جاسکے اور باباجی کی شخصیت کا وزن بڑھایا جاسکے۔

دوسرے یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ سے متصل پہلے حضرت شاہ دولہ ؒ کا تذکرہ کیا گیا ہے حالانکہ دونوں بزرگوں کے درمیان تقریباً تین سو سال کا فاصلہ ہے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ چھٹی صدی ہجری کے بزرگ ہیں اور حضرت شاہ دولہ ؒ مغلیہ دورِ حکومت کے بزرگ ہیں۔

صندل باباجی کی تعلیمی خدمات؟

''راہِ وفا'' ص ۵۴ پر درج ہے :

''کیا اس زمانے میں ایسا عالم دین موجود ہے جسکی تعلیمی خدمات کا سلسلہ ایک صدی پر پھیلا ہوا ہے؟''

---

[۱] قطب سوات ص ۵۰

رسالہ کے مرتب نے باباجی کے متعلق اتنا بڑا دعوٰی تو کر دیا لیکن اس کی دلیل کوئی ذکر نہیں کی۔ تعلیمی خدمات کا تعلق یا تو درس وتدریس سے ہوتا ہے یا تصنیف وتحریر سے، بہر دوصورت یا تو باباجی کے تلامذہ کا ایک وسیع حلقہ ہونا چاہیے جو تعلیمی خدمات میں مصروف نظر آتا ہو یا پھر باباجی کی معتد بہ مقدار میں علمی تصانیف ہونی چاہئیں جو علماء وعوام میں نظر آتی ہوں لیکن ہمیں نہ تو باباجی کے تلامذہ کا کوئی حلقہ نظر آتا ہے اور نہ ہی اُن کی تصانیف۔ اس بناء پر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ راہِ وفا کے مرتب نے باباجی کے متعلق محض خوش عقیدگی سے کام لیتے ہوئے اتنا بڑا دعوٰی کر دیا ہے جس کی پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں۔ معلوم نہیں راہِ وفا کے مرتبین کو باباجی کے متعلق بلا تحقیق ایسے دعوے پیش کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ موجودہ دور کے بڑے بڑے فضلاء موجود ہیں جن کی خدمات سے ایک جہان مستفید ومستنیر ہو رہا ہے اُن کی خدمات کا تذکرہ کیا جاتا اُن کی خدمات کو پیش کیا جاتا تو کوئی فائدہ بھی تھا، ایک ایسی شخصیت جس کی زندگی گوشۂ گمنامی میں گزر گئی اُسے اس طرح متعارف کرانے سے کیا حاصل؟

بانی ریاست سوات اور جرنیل جہاد آزادی؟

راہِ وفا کے ٹائٹل پیج پر صندل باباجی کے شیخ حضرت سنڈا کے باباجیؒ کے متعلق جو القاب ذکر کیے گئے ہیں۔ اُن میں آپکو جرنیل جہادِ آزادی اور بانی ریاست سوات قرار دیا گیا ہے۔ تاریخی طور پر یہ بات بھی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ جرنیلِ جہادِ آزادی سنڈا کے باباجیؒ کے شیخ الشیخ حضرت اخوند عبد الغفور صاحبِ سواتؒ ہیں نہ کہ سنڈا کے باباجیؒ نیز سوات اور بونیر پر حملہ آور انگریزی فوج سے مقابلہ کے لیے حضرت اخوند صاحبؒ نے مجاہدین کی کمان کی تھی اور آپ کی سرکردگی میں کیے جانیوالے جہاد کی بدولت ہی انگریزی فوج کو ناکام جانا پڑا تھا۔ حضرت سنڈا کے باباجیؒ تو بہت بعد میں جہاد آزادی میں شریک ہوئے تھے۔

اسی طرح بانی ریاستِ سوات بھی حضرت اخوند صاحبؒ ہیں نہ کہ سنڈا کے باباجیؒ کیونکہ حضرت اخوند صاحبؒ ہی کی تحریک اور جدوجہد کے صلہ میں سوات کی شرعی حکومت قائم ہوئی جس کے امیر شریعت سید اکبر شاہ صاحبؒ مقرر ہوئے اور موضع غالیگی کو دار الخلافہ قرار دیا گیا، تفصیلات کے لیے ملاحظہ کیجیے ''قطبِ سوات'' مصنفہ حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم۔

''راہِ وفا'' ص ۱۱ میں حضرت سنڈا کے باباجی رحمہ اللہ کے حالات کے ضمن میں سیاحت اور سفر حجاز کی سرخی کے تحت مرتب نے باباجی عبد المعبود کا تذکرہ بھی کیا ہے، جس میں اُنھوں نے بتلایا ہے کہ سفر حجاز اور قیام مکہ ومدینہ کے دوران جن حضرات کو حضرت سنڈا کے باباجیؒ کی معیت نصیب ہوئی ان میں ایک باباجی عبد المعبود بھی ہیں جو حضرت حاجی صاحب اور اُن کے خلفاء

حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ کے ہم عصر تھے، باباجی نے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں شرکت کی تھی آپ کی پیدائش ۱۸۲۳ء میں بغداد میں ہوئی تھی اور ۱۹۸۵ء میں اسلام آباد میں آپ کا انتقال ہوا تھا۔ باباجی نے پہلا حج ۱۸۵۷ء کے بعد کیا تھا اگلے سال دوسرا حج پیدل کیا تھا اسی دوسرے حج میں باباجی عبدالمعبود کو حضرت سنڈا کے باباجیؒ کی معیت نصیب ہوئی تھی، انتہیٰ مختصراً

مرتب ''راہِ وفا'' کی تحریر ایسے محسوس ہوتا ہے کہ محض سنی سنائی فرضی باتوں پر مبنی ہے اس میں ذرا بھی تحقیق و تفتیش سے کام نہیں لیا گیا۔ قارئین محترم! ہم نے باباجی عبدالمعبود کے تذکرہ میں حضرت مفتی زین العابدین رحمہ اللہ کے خط کا تذکرہ کیا ہے جس میں آپ نے ۱۹۶۱ء میں باباجی کی عمر ۶۵ برس بتلائی ہے جو باباجی کے پاسپورٹ میں درج تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باباجی کی پیدائش ۱۸۹۶ء میں ہوئی ہے نہ کہ ۱۸۲۳ء میں۔ ایسی صورت میں آپ خود ہی غور فرمائیں کہ کیا باباجی عبدالمعبود حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ، حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے ہم عصر ہو سکتے ہیں؟ اور کیا وہ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں جو کہ اُن کی پیدائش سے تقریباً ۳۸-۳۹ برس پہلے ہوئی ہے اس میں شریک ہو سکتے ہیں؟

باباجی عبدالمعبود صاحب کے بارہ میں ''راہِ وفا'' کے مرتب فرماتے ہیں کہ وہ حضرت سنڈا کے باباجیؒ کی معیت میں رہے۔ سوال یہ ہے کہ اس زمانہ میں تو حضرت سنڈا کے باباجیؒ کے شیخ الشیخ حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات حیات تھے جو شیخ المشائخ اور امام المجاہدین کا درجہ رکھتے تھے باباجی اُن سے کیوں نہیں ملے؟ اور اُن کے ساتھ مل کر انگریزوں سے جہاد کیوں نہیں کیا؟ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باباجی عبدالمعبود کی حضرت سنڈا کے باباجیؒ کی معیت میں رہنے اور اُن کے ساتھ حج کرنے کی ساری کہانی فرضی اور من گھڑت ہے جو باباجی عبدالمعبود نے اپنی وضعی عادت کے مطابق گھڑ کر مولانا عبدالرحیم صاحب کو سنائی ہے اور مولانا عبدالرحیم صاحب نے ان کی شخصیت سے واقف نہ ہونے کی بناء پر نہایت سادگی سے اسے قبول کر لیا ہے۔ اس کہانی کے وضعی ہونے کی پہلی وجہ تو وہی ہے کہ اُس وقت تو باباجی عبدالمعبود پیدا بھی نہیں ہوئے تھے پھر اُنہیں حضرت سنڈا کے باباجیؒ کی معیت کیسے نصیب ہوئی دوسرے ذرا اِس پر بھی غور فرمائیں کہ اگر ہم راہِ وفا کے مرتب کے بیان کے مطابق مان لیں کہ باباجی عبدالمعبود کی پیدائش ۱۸۲۳ء کی ہے تو ۱۸۵۷ء میں اُن کی عمر تقریباً ۳۴-۳۵ برس بنتی ہے اور باباجی نے ۱۸۵۷ء کے بعد حج کیا اور دوسرے حج میں انہیں حضرت سنڈا کے باباجیؒ کی معیت نصیب ہوئی اس لحاظ سے تقریباً باباجی عبدالمعبود کی عمر کم از کم چالیس سال یا اس کے لگ بھگ ہونی چاہیے جو کہ اچھی خاصی عمر ہوتی ہے اور اس عمر میں آدمی صاحبِ اولاد ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس حضرت سنڈا کے باباجیؒ کی کرامت کے ذیل میں حضرت باباجیؒ کی جو دعا نقل کی گئی ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں ''یا اللہ میرے ساتھ ایک لڑکا ہے اسے بہت پیاس لگ رہی ہے آپ اس کے لیے پانی دے دیں'' اِس سے معلوم ہو رہا ہے کہ باباجی عبدالمعبود اس وقت لڑکے تھے، کیا چالیس سال کے لگ بھگ عمر والے شخص کو لڑکا کہا جا سکتا ہے؟ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سب کہانی فرضی ہے پھر اس میں

جن چیزوں کا مانگنا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی بزرگوں کی شان سے بعید ہے۔ مولانا عبدالرحیم صاحب اور رسالہ راہِ وفا کے مرتبین کو چاہیے تھا کہ وہ اس قسم کی باتوں کی تحقیق کرتے پھر انہیں ذکر کرتے جیسا کہ علماءِ حق کی شایانِ شان ہے۔

حضرت علامہ شمس الحق افغانی کے بارہ میں شنید ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے بابا جی عبدالمعبود کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ وہ بغداد میں پیدا ہوئے یہ بھی غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان کا کردار اور گفتار اس کی نفی کرتے ہیں وہ بغداد کے پیدائشی نہیں یہیں کہیں کسی علاقہ میں پیدا ہوئے ہیں۔

آخر میں ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس ساری تحریر سے ہمارا مقصد کسی کی دل آزادی یا کسی کی تحقیر و تذلیل نہیں بلکہ فقط یہ بتلانا مقصد ہے کہ تحقیق و تفتیش سے کام لیا جائے جلد بازی نہ کی جائے تاکہ اُمت کسی نئے خلفشار کا شکار نہ ہو اور تاریخ بھی مسخ ہونے سے بچ جائے۔

جہاں تک صندل بابا جی کا تعلق ہے تو اگر وہ صحیح العقیدہ اور متقی بزرگ ہیں تو ہمیں اُن کی بزرگی سے اختلاف کرنے کی بھی ضرورت نہیں لیکن اتنا ضرور عرض کریں گے کہ اُن کے بارہ میں خلافِ واقعہ باتیں مشہور نہ کی جائیں اور حقائق کو مسخ نہ کیا جائے جو شخص جس درجہ کا ہے اُسے اُسی درجہ پر رکھا جائے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

؎ مرادِ ما نصیحت بود و کردیم حوالت با خدا کردیم و رفتیم

❁❁❁

نفیس بک بائنڈرز

ہمارے یہاں "ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد" بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی "بکس والی جلد" بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں رَوٹا مشین پر "کلر پرنٹنگ" (ٹائٹل وغیرہ کی چھپائی) کا کام بھی دیدہ زیب اور بازار سے رعایتی نرخ پر کیا جاتا ہے۔

مناسب نرخ پر معیاری جلد سازی اور طباعت کے لیے رجوع فرمائیں

6/16 ٹیپ روڈ نزد مین گیٹ گھوڑا ہسپتال لاہور

پروپرائیٹر : محمد سلیم و محمد ندیم

موبائل نمبر : 0300-9464017 , 0300-4293479

فون نمبر : 042-7322408

قسط : ۴

دعاء کی افادیت واہمیت

﴿ خطیبِ اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحبؒ ﴾

ادب ۷ :

ومنہ الدّعاء بلفظٍ اعجميٍ جھل معناہ . (مرقات شرح مشکوۃ)

''اور (ممنوعات) میں سے ہے اُن عجمی الفاظ کے ساتھ دعاء کرنا جن کے معنی نہ جانتا ہو''۔

تشریح :

جہاں تک ممکن ہو دعاء عربی میں مانگی جائے کیونکہ عربی زبان اشرف اللغات ہے اور عربی زبان کو دوسری زبانوں پر کئی وجوہ سے فضیلت اور برتری حاصل ہے چنانچہ طریقہ محمدیہ ص۹۲ ج۱ میں فرماتے ہیں :

ففی بستان العارفین اعلم ان العربیة لھا فضل علیٰ سائر الالسنة.

اسی قول کے تحت بریقہ محمودیہ ص۲۵۵ ج۱ میں فرماتے ہیں :

عن ابن عباسٍؓ قال قال رسول اللّٰہ (صلی اللہ علیہ وسلم) احبّو العرب لثلاثٍ لانّی عربیّ والقرآن عربیّ وکلام اھل الجنة عربی .

''ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرب سے تین باتوں کی وجہ سے محبت رکھو اس لیے کہ میں عربی ہوں ، قرآن عربی ہے اور اہلِ جنت کی گفتگو بھی عربی میں ہوگی''۔

اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے اور اسی مقام پر بریقہ محمودیہ شرح طریقہ محمدیہ ص۲۵۵ ج۱ میں ہے :

واما العربیّة فلھا مزیّة علیٰ باقیھا حتّی یکرہ التّکلّم بغیرھا لمن یحسنھا.

''اور عربی زبان کو دوسری زبانوں پر خاص فضیلت حاصل ہے حتی کہ جو شخص عربی زبان میں گفتگو کرنے کی مہارت رکھتا ہو اُس کے لیے کسی دوسری زبان میں گفتگو کرنا مکروہ ہے''۔

اور حدیقہ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ ص ۲۲۴ ج ۱ میں اسی مقام پر شیخ عبدالغنی نابلسیؒ فرماتے ہیں :

قال الحلیمی لا ینبغی لاحدٍ اطلاق لسانہٖ بتفضیل العجم علی العرب بعد ما بعث اللّٰہ تعالٰی افضل رسلہٖ من العرب وانزل آخر کتبہٖ بلسان العرب فصار فرضاً علی النّاس ان یتعلّموا الغۃ العرب لیعقلوا عن اللّٰہ امرہٗ ونھیہٗ ومن ابغض العرب او فضّل العجم علیھم فقد اذٰی بذالک رسول اللّٰہ ﷺ لانّہٗ اسمعہٗ فی قومہٖ خلاف الجمیل ومن اذاہ فقد اذی اللّٰہ تعالٰی ذکرہ المنا وی فی شرح جامع الصغیر للسّیوطی.

''حلیمیؒ فرماتے ہیں کہ عرب کے بالمقابل عجم کو فضیلت دینے کے متعلق کسی شخص کو زبان کھولنا مناسب نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے افضل پیغمبر کو عرب ہی سے مبعوث فرمایا اور اپنی آخری کتاب کو بھی عرب کی زبان میں نازل فرمایا۔ پس لوگوں پر لازم ہے کہ عربی زبان سیکھیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات امر و نہی کو سمجھ سکیں اور جو شخص عرب سے بغض رکھے گا یا عجم کو عرب سے افضل سمجھے گا تو آنحضرت ﷺ کی قوم کے حق میں اس قسم کے مبغوض خیالات رکھنے سے آنحضرت ﷺ کو ایذا پہنچائے گا اور جس (بدبخت) نے حضور ﷺ کو ایذا پہنچائی تو اُس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اس کو جامع صغیر کی شرح میں علامہ عبدالرؤف مناوی مصریؒ نے بیان کیا ہے''۔

فائدہ : یہاں امام حلیمیؒ کے ارشاد سے عربی زبان کی فضیلت اور اُس کی تعلیم و تعلم کی اہمیت بھی واضح ہو گئی مگر ساتھ ساتھ عرب کی محبت کا بھی ذکر آ گیا ہے۔ اگرچہ ادب مذکور سے اس کی مناسبت نہیں مگر محبت عرب کی اہمیت کے متعلق ایک حدیث ضمناً عرض کر دیتا ہوں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب قوم کی شان نمایاں ہو جائے۔

عن سلمانؓ قال قال لی رسول اللّٰہ ﷺ لا تبغضنی فتفارق دینک قلت یارسول اللّٰہ کیف ابغضک وبک ھدانا اللّٰہ قال تبغض العرب فتبغضنی. (رواہ الترمذی)

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا دیکھو مجھ سے بغض نہ رکھنا ورنہ دین سے بالکل جدا ہو جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ بھلا آپ سے کیسے بغض رکھ سکتا ہوں، آپ ہی کے طفیل تو اللہ نے ہم کو ہدایت نصیب فرمائی۔ فرمایا عرب سے بغض رکھو گے تو مجھ سے بغض رکھنے لگو گے"۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے)

(ترجمان السنۃ ص ۳۵۷ ج ۱)

فائدہ : مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ اس حدیث کے حواشی میں فرماتے ہیں کہ اسلام میں محبت کا مرکز صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ رسول کی محبت خدا کی محبت کی وجہ سے ہے اور عرب کی محبت اس لیے ہے کہ وہ خدا کے برگزیدہ رسول کی محبوب قوم ہے۔ باقی عرب کے کسی خاص شخص سے اُس کی بداعمالی کی وجہ سے عداوت عرب کی عداوت نہیں کہلاتی۔ عرب آنحضرت ﷺ کی قوم ہے اس لیے وہ ہمیشہ نظروں میں محبوب رہنی چاہیے۔ (ملخصاً)

باقی رہا اصل مسئلہ کہ عجمی زبان میں ان کلمات کے ساتھ دُعاء کرنا منع ہے جن کے معنی نہ جانتا ہو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ دعا کفریہ الفاظ پر مشتمل ہو اور یہی حکم رقیہ، منتر، جنتر، افسون اور طلسم کا ہے۔

چنانچہ حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ ص ۳۹۱ ج ۲ میں شیخ عبدالغنی نابلسیؒ فرماتے ہیں :

قال المازری جمیع الرّقٰی جائزۃٌ اذا کانت بآیات اللّٰہ اوبذکرہ و ینھٰی عنہ اذا کانت باللّغۃ العجمیۃ اوبما لا یدری معناہ لجواز ان یّکون فیہ کفرٌ.

"مازریؒ فرماتے ہیں کہ آیاتِ قرآنیہ اور اسماء الٰہیہ کے ساتھ جھاڑ پھونک جائز ہیں البتہ اگر وہ منتر، افسوں عجمی زبان میں ہوں اور معنی سے بھی واقفیت نہ ہو تو یہ منہی عنہ ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے وہ کفریہ الفاظ پر مشتمل ہو"۔

باقی عجمی شخص اگر اپنی زبان میں دُعاء کرے تو اُس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو سب زبانوں کو جانتے ہیں بلکہ اپنی زبان میں دعاء کرنا بایں معنی موزوں ومناسب ہے کہ دعاء کرنے والا جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ سوچ سمجھ کر حضورِ قلب کے ساتھ کہہ سکتا ہے۔ (واللّٰہ اعلم وعلمہ اتم واحکم) (جاری ہے)

اخبار الجامعہ

﴿جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور﴾

۱۸؍مئی ۲۰۰۴ء کو مسجد حامد کے ہال سے متصل برآمدہ کا لینٹر ڈالا گیا صبح ۱۰ بجے کام شروع ہو کر رات ۸؍بجے کام ختم ہوا، وللہ الحمد۔

۶؍جولائی ۲۰۰۴ء کو مسجد حامد کے مرکزی ہال کا لینٹر بخیر وعافیت ڈالا گیا صبح 9:15 کام شروع ہو کر رات دس بجے کام ختم ہوا۔ ۶۰ سے ۷۰ کے درمیان مزدوروں نے کام کیا۔ دو لفٹیں اور دو مکسچر مشینیں لگیں۔ لینٹر ۶؍جولائی کو شروع ہوا درمیان میں ایک دن کا وقفہ دے کر ۸؍جولائی کو بیموں کی بھرائی کی گئی اس طرح عصر کے وقت کام مکمل ہوا، والحمد للہ۔

۲۱؍اگست بروز ہفتہ مسجد حامد کے برآمدہ کی دوسری منزل کا لینٹر ڈالا گیا، والحمد للہ۔

۲۹؍اگست کو دن کے گیارہ بجے ''ختم مشکوٰۃ شریف'' کی تقریب ہوئی۔ آخری حدیث حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم نے پڑھائی، تقریب کی صدارت حضرت اقدس نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہم نے فرمائی اور اختتامی دعاء حضرت مولانا عبد الرشید صاحب کشمیری مدظلہم نے کرائی۔

۵؍ستمبر بروز اتوار دن کے ۲ بجے حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہم جامعہ تشریف لائے طلبہ میں دُعا کرائی، بعض خواہشمند طلباء کو اجازتِ حدیث دی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد تقریباً 3:30 واپس تشریف لے گئے۔

۱۰؍ستمبر کو صبح ۱۰ بجے حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ختمِ نبوت کانفرنس چناب نگر تشریف لے گئے اور بعد عشاء بخیریت واپسی ہوئی۔

۹ شعبان بروز ہفتہ سے جامعہ جدید میں ''دورۂ صرف ونحو'' کا آغاز ہوا، پورے ملک سے تقریباً چھ سو کے قریب طلباء اس دورہ میں شریک ہیں۔

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ جدید ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو عصر کی نماز کے بعد بمقام A-537 فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (ادارہ)

دینی مسائل

﴿ سجدہ تلاوت کا بیان ﴾

مسئلہ : قرآن شریف میں تلاوت کے سجدے چودہ ہیں۔ جہاں جہاں کلام مجید کے کنارے پر ''سجدہ'' لکھا ہوتا ہے اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اسی کو سجدہ تلاوت کہتے ہیں۔

مسئلہ : آیتِ سجدہ میں جو لفظ سجدہ پر دلالت کرتا ہے اس کے ساتھ کم از کم ایک لفظ پہلے کا یا بعد کا ملا کر پڑھنے سے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ پوری آیت کی تلاوت سے واجب ہو جاتا ہے۔

مسئلہ : اگر سجدہ کی پوری آیت پڑھی لیکن خود سجدہ والا لفظ نہیں پڑھا تو سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر صرف سجدہ والا لفظ پڑھا اس سے پہلے یا بعد میں کچھ نہ پڑھا تب بھی سجدہ واجب نہیں ہوگا۔

مسئلہ : آیتِ سجدہ لکھنے یا اُس کی طرف نظر کرنے یا زبان سے پڑھے بغیر دل سے پڑھنے یا ہجے کرنے یعنی ایک ایک لفظ کے علیحدہ علیحدہ ہجے کرنے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا جبکہ ملا کر نہ پڑھا ہو۔

مسئلہ : اگر آیت سجدہ کا ترجمہ کسی بھی زبان میں پڑھا تو پڑھنے والے پر سجدہ واجب ہوگا خواہ وہ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ اور سننے والا اگر سمجھتا ہو یا اُس کو خبر دی جائے کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے تو اُس پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا ورنہ نہیں۔

مسئلہ : سجدہ کی آیت کو جو شخص پڑھے اُس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور جو سنے اُس پر بھی واجب ہو جاتا ہے چاہے قرآن شریف سننے کے قصد سے بیٹھا ہو یا کسی اور کام میں لگا ہو اور بغیر قصد کے سجدہ کی آیات سن لی ہوں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ سجدہ کی آیت کو آہستہ سے پڑھے تاکہ کسی اور پر سجدہ واجب نہ ہو۔

مسئلہ : اگر کسی عورت نے حیض یا نفاس کی حالت میں کسی سے سجدہ کی آیت سن لی تو اُس پر سجدہ واجب نہیں ہوا۔ اور اگر ایسی حالت میں سنا جب کہ اس پر نہانا واجب تھا تو نہانے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : جنبی سجدہ کی آیت پڑھے (اگرچہ اُس کو پڑھنا نہیں چاہیے) یا سنے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔

مسئلہ : نابالغ بچے پر آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا لیکن اگر یہ پڑھے اور بالغ سنے تو اگر بچہ ناسمجھ ہے تو سننے والے پر سجدہ واجب نہیں اور اگر سمجھدار ہے تو سجدہ واجب ہے۔

مسئلہ : سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کے سجدہ کرے اور اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ نہ اُٹھائے سجدہ میں کم سے کم تین دفعہ سبحان ربی الاعلی کہے پھر اللہ اکبر کہہ کے سر اُٹھالے، پس سجدہ تلاوت ادا ہوگیا۔

مسئلہ : بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو جائے اور اگر بیٹھ کر

اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر اُٹھ بیٹھے، کھڑا نہ ہو تب بھی درست ہے۔

مسئلہ : جس طرح نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے اسی طرح سجدہ تلاوت بھی کرنا چاہیے۔ بعض آدمی قرآن شریف ہی پر سجدہ کر لیتے ہیں اِس سے سجدہ نہیں ہوتا اور ذمہ میں باقی رہتا ہے۔

مسئلہ : جو چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں وہ سجدہ تلاوت کے لیے بھی شرط ہیں یعنی وضو کا ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن اور کپڑے کا پاک ہونا، قبلہ کی طرف سجدہ کرنا وغیرہ۔

مسئلہ : اگر کسی کا وضو اُس وقت نہ ہو تو پھر کسی وقت وضو کر کے سجدہ کر لے فوراً اُسی وقت سجدہ کرنا ضروری نہیں اور مستحب ہے کہ اُس وقت یہ کلمات پڑھ لے **سمعنا و اطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر** لیکن بہتر یہ ہے کہ اُسی وقت وضو کر کے سجدہ کر لے تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ شاید بعد میں یاد نہ رہے۔

مسئلہ : اگر بیماری کی حالت میں سنے اور سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو جس طرح نماز کا سجدہ اشارے سے کرتا ہے اُسی طرح اِس کا سجدہ بھی اشارے سے کرے۔

مسئلہ : اگر کسی کے ذمہ بہت سے سجدے تلاوت کے باقی ہوں جو اب تک ادا نہ کیے ہوں تو اب ادا کر لے۔ عمر بھر میں کبھی نہ کبھی ادا کر لینے چاہئیں، کبھی ادا نہ کرے گا تو گناہگار ہوگا۔

مسئلہ : ساری سورت پڑھنا اور سجدے کی آیت کو چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہے اور منع ہے۔ فقط سجدہ سے بچنے کے لیے وہ آیت نہ چھوڑے کہ اس میں سجدہ سے گویا انکار ہے۔ (جاری ہے)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (ادارہ)

جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ کی زیر تعمیر مسجد حامد کا ماڈل، محراب کی جانب سے خوبصورت منظر